

نظام عالم اور امت مسلمہ

مصنف

محمد افضل احمد

www.KitaboSunnat.com

ناشر

افضل پبلیکیشنز جامعہ نگر نئی دہلی

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب و سنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مُجْلِسُ التَّحْقِيقَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈ نگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس
پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

© جملہ حقوق بحق موَلِف محفوظ

نظامِ عالم اور امتِ مسلمہ	:	نام کتاب
محمد افضل احمد	:	موَلِف
130	:	صفحات
2011	:	اشاعت
Rs. 80/-	:	قیمت

نظامِ عالم اور امتِ مسلمہ

Nizam-e-Aalam Aur
Ummat-e-Muslima
By
Mohammad Afzal Ahmad

محمد افضل احمد

ناشر
AFZAL PUBLICATIONS
H-35/A, Abul Fazl Enclave-1
Jamia Nagar, New Delhi-110025

افضل پبلیکیشنز
H-35/A, Abul Fazl Enclave-1
Jamia Nagar, New Delhi-110025

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

(التوبہ: ۳۳)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان اور مذاہب پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَلَمِيْنَ وَالصَّلٰوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ۔
دوہی طرح کے نظام زندگی ممکن ہیں۔ اس لیے از آدم تا ایں دم دنیا میں دوہی قسم کے نظام
--- نظام حق اور نظام باطل --- پائے جاتے ہیں۔ یہ دونوں نظام اپنے منج و بنیاد، مزان و طریق اور
مقاصد و نصب العین ہر لحاظ سے ایک دوسرے کے مخالف اور متابع ہیں۔ اس لیے کہ ایک حق ہے دوسرا
باطل، ایک منی بر فطرت ہے تو دوسرا غیر فطری، ایک پاک اور طیب ہے تو دوسرا ناپاک اور نجس اور ایک کو
اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور پشت پناہی حاصل ہے تو دوسرا شیطانی و ساویں و ضلالت اور دجل و فریب کی
آماج گاہ ہے۔ لہذا دونوں میں مفاہمت و اشتراک کا ہونا تو کجا، ایک کا وجود اس وقت تک قائم ہی نہیں
ہو سکتا جب تک ایک دوسرے کو منج و بنی سے اکھڑا نہ پھینکے۔

نظام حق من جانب اللہ ہے۔ اس لیے اس نظام کے قیام و استحکام کی کوششوں میں اللہ تعالیٰ کی
برادرست ہدایت و رہنمائی اور تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے۔ لہذا اس کے زیر اثر نہ طریق پر یعنی کو
تقویٰ، راحت و سکون، امن و آشیٰ اور خوش حالی و فارغ البالی کے پھلنے پھولنے کے پورے موقع
حاصل ہوتے ہیں اور لوگوں کے درمیان آپس میں اخلاق و اخلاص، عدل و قسط اور شفقت و محبت کی
فضاقائم ہوتی ہے، ایک دوسرے کے لیے ایثار و خدمت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، خیر و نیکی
کے حصول میں مسابقت کی کیفیت روما ہوتی ہے اور برا نیوں اور گناہوں کے پینے کے راستے بند
ہوتے جاتے ہیں، غرض کر زمین صلاح و فلاح کا ضامن ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس کے برخلاف نظام باطل، شیطانوں، اس کے ساتھیوں اور حاشیہ برداروں کا ساختہ پر دانستہ ہوتا
ہے اور اس میں شیطنت ہی بھری ہوئی ہوتی ہے۔ لہذا اس کے زیر سلطاز میں غصب و حق تلفی، لوث و کھوٹ،
وجل و فریب، فتنہ و فساد، شرارت و خباثت، ظلم و نافضانی، بغض و حسد، کبر و نجوت، مردم آزاری و انسانیت
سوژی اور قتل و غارت گری سے بھر جاتی ہے۔ اور چوں کہ اسے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف میدان میں لا یا
جاتا ہے اور اس کی تسلیم و تحریم کی جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا بھی غنیظ و غصب اس پر مسلط ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ
کہ پورا عالم انسانیت کراہتار ہتا ہے، بلبلاتار ہتا ہے، لیکن کوئی اس کا پرسان حال نہیں ہوتا۔

فہرست

پیش لفظ

- ☆ باب -۱: اصول و عقائد
- ☆ باب -۲: عبادت و اطاعت
- ☆ باب -۳: صفحہ، ہستی سے مٹ جانے والی معدّب قویں
- ☆ باب -۴: بنی اسرائیل
- ☆ باب -۵: نبی آخر الزماں حضرت محمد اور امت مسلمہ
- ☆ باب -۶: مسلمانوں کی خونچکاں تاریخ
- ☆ باب -۷: مختلف فرقہ جات
- ☆ باب -۸: امت مسلمہ کا خون ارزال
- ☆ باب -۹: یہود
- ☆ باب -۱۰: پس چہ باید کرد
- ☆ باب -۱۱: نصرت خداوندی کی شرطیں

نظام عالم اور امت مسلمہ

امت مسلمہ کے ہر ایک فرد کی زندگی کا مقصد اور نصب اعین ہی نظامِ حق کے قیام، اس کے استحکام، اس کے تحفظ اور اس کی بقاء کے ساتھ ساتھ نظامِ باطل کا سر توڑنا اور اس کا قلع قمع کرنا ہے۔ لیکن اس امت نے بہت جلد بحیثیتِ مجموعی اس فرضِ منصی کو بھلا دیا۔ نظامِ حق علی حالہ ان کے پاس موجود ہے لیکن اس نے کبھی بادشاہت ہی کو نظامِ باطل کی شکل میں قبول کیا اور آج اس نظامِ باطل کی دوسری شکل جمہوریت کی گرویدہ اور پرستار ہے، بلکہ اس پر ہزار جان سے فریفته ہو رہی ہے۔ اس امت کے افراد کے ہاتھوں میں شریعتِ مطہرہ موجود ہے لیکن یہ اصول و قوانین اور ضابطہ اخلاق و ادب کے مغربی اور مشرقی معیار و اقدار کے دل دادہ ہو رہے ہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ اپنے اس متاعِ گرائیا کے کھونے کا انھیں احساس تک نہیں ہے اور نہ ہی کافرانہ و مشرکانہ نظامِ حیات سے اپنی واہتگی کی ناقابتِ اندریشی ہی کا شعور ہے۔ نتیجہ یہ کہ بس شیطانوں اور ان کے حاشیہ برداروں ہی کو اپنا جلوادا می تصور کر کے ان ہی کے آستانے کی قدم یوں کو سب کچھ سمجھ لیا گیا ہے۔۔۔ کیا عالم، کیا دانش ور، کیا رہنماء، کیا معلم، کیا مفکر، کیا جماعتیں، کیا تنظیمیں، کیا ادارے اور کیا تعلیم گا ہیں۔۔۔ سبھوں کی ایک ہی حالت اور ایک ہی کیفیت ہے، الاما شاء اللہ۔ اس طرح جب انھوں نے خود ہی اپنے آپ کو غیروں کے حوالے کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں غیروں ہی کے حوالے رکھ چھوڑا کہ شاید ان کی آنکھیں کھلیں۔ آج حالت یہ ہے کہ دنیا کے ہر ایک حصے میں مسلمانوں ہی کو مشقِ قسم بنایا جا رہا ہے، لیکن ان کی آنکھیں ہنوز نہیں کھل رہی ہیں۔

یہ کتاب امت مسلمہ کے ان افراد کو ان کا فرضِ منصی یاد دلانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے جو اپنی زندگی کا نصب اعین اور مقصدِ وحید اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی کا حصولِ تعین کر لیں، جو راہِ خدا میں کلمہ حق کی سر بلندی کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کا مضبوط عزم و حوصلہ پیدا کر لیں، جن کی یہ آرزو ہو کہ امت مسلمہ دنیا میں پھر سے سر بلند ہو اور یہ کہ جو خود اپنے آپ کو، اپنے اہل و عیال کو عذابِ دنیا اور آخرت سے بچانے اور اپنی آنے والی نسلوں کی بقا و تحفظ کا سامان مہیا کرنے کا اپنے اندر داعیہ، حوصلہ اور جرأۃ پیدا کر لیں۔ ایسے لوگوں کا اللہ حامی و ناصر ہو۔ وَمَا تُوْفِيقُ إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكُّلُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

محمد افضل احمد

بنی دہلی

کیم ریچ الآخر ۱۳۲۸ھ، مطابق ۱۹۴۱ء میل

دیگر اقوام عالم تو علمِ حقیقی سے نا بد ہیں، جس کی بنا پر شیطانی و سوسوں اور ضلالتوں کی شکار ہیں، اس لیے وہ طاغوت اور طاغوتی نظام کے ظلم کی چکیوں کے درمیان پس رہی ہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی وہ قوم جو امت مسلمہ کہلاتی ہے اور حاملِ دینِ حق ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ربِ حقیقی مانتے کا دعویٰ کرتی ہے، اس کے قادر مطلق، علیم اور حکیم ہونے پر ایمان رکھنے کا اظہار کرتی ہے، اسے منتظم و مدبر کائنات کی حیثیت سے تسلیم کرتی ہے، جس کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی متاع بے بہا قرآن موجود ہے، وہ قرآن جو انسانی ضروریات کے پیش نظر جملہ آفاق و نفس کی روشن، کامل اور حقیقی تعلیمات کا مخزن ہے اور جس میں زندگی اور اس سے متعلق جملہ امور و معاملات اور مسائل و ضروریات۔۔۔ انفرادی ہو کہ اجتماعی، خانگی ہو کہ معاشرتی، تعلیمی ہو کہ اخلاقی، اقتصادی ہو کہ تمدنی، انتظامی ہو کہ سیاسی۔۔۔ کی تعلیمات اور ہدایات نہایت ہی صاف، واضح، بقینی اور کامل صورت میں موجود ہے، جس میں حق و باطل، صحیح و غلط، درست و نادرست، جائز و ناجائز، دوست و دشمن اور نیک و بد کی تفریق کر دینے کے ساتھ ساتھ ان کے عواقب و متاثر اثرات و مضرات سے بھی کما حقيقة علم و آگہی بخش دی گئی ہے۔ ان سب کے باوجود اس حامل قرآن امت کا سوادِ عظیم در بذر کی ٹھوکریں کھار ہاہے، اپنے رحیم و کریم، شفیق و مہربان قادر مطلق اللہ سے منہ موڑ کر غیروں کے آگے اپنے ہاتھ پھیلا رہا ہے، ساری دنیا پر چھانا جانے اور ساری دنیا کو علمِ حقیقی اور ہدایتِ الہی سے منور کرنے کے بجائے خود ہی غیروں سے مغلایتی طلب کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نظامِ حق و رحمت کے زریں اصولوں اور طریقوں کو پس پشت ڈال کر کا فرفوں، مشرکوں، ملحدوں اور دہریوں کے وضع کر دہ بے بنیاد، بے اصل، بے حقیقت، باطل اور خبیث اصولوں اور طریقوں پر فریفہ ہو رہا ہے، انھیں اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں اور ان پر سبقت لے جانے کی کوششوں میں اپنے سارے اثاثے زندگی کو بے دریغ جھونک رہا ہے، شیطانوں، ان کی ذریتوں اور ان کے دوستوں سے گمراہیاں اور گندگیاں لے لے کر اپنے آپ کو آلودہ کر رہا ہے، اپنی اس روشن تاریخ کو زرا خاطر میں نہیں لاتا جب کہ اسی قرآن کی بدولت اس امت و سلطے کے افرادِ محض چند سالوں میں دیکھتے دیکھتے دنیا کے اہم ترین حصول پر چھا گئے تھے، اس وقت پوری متمدن دنیا حق کا قائل ہو گئی تھی اور باطل سرگوں ہو کر رہ گیا تھا۔۔۔ وَ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَرَاهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوفًا ۝ (اور اعلان کر دو کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے)۔۔۔ اور اب حال یہ ہے کہ امت مسلمہ خود ہی کفر، شرک، الحاد اور دہریت ہر ایک باطل کے سامنے کا سیل پیسی میں بنتا ہے، حد تولیہ ہے کہ احسان زیاں کا شائبہ تک باقی نہیں رہا ہے۔

یعنی اللہ نے اس پوری کائنات کی تخلیق فرمائی ہے اور وہی اس کا فرمان روا ہے۔ اپنی خلق کو دوسروں کے حوالے نہیں کر دیا ہے، نہ کسی مخلوق کو یہ حق دیا ہے کہ وہ خود مختار ہو کر جو چاہے کرے: وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے سے تمہاری رزق رسائی کے لیے طرح طرح کے بچل پیدا کیے، جس نے کشتی تو تھارے لیے مسخر کیا کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلے، اور دریاؤں کو تھارے لیے مسخر کیا، اور جس نے سورج اور چاند کو تھارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور جس نے رات اور دن کو تھارے لیے مسخر کیا، اور جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے ما نگا۔ اگر تم ان غمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ (ابراهیم: ۳۲-۳۴)

لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے رب کی جو تھا را اور تم سے قتل جو لوگ ہو گز رے ہیں، ان سب کا خلق ہے۔ تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش پچایا، آسمان کی چھپت بنائی، اوپر سے پانی برسایا، اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بھم پہنچایا۔ توجہ تم یہ سب کچھ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مد مقابل نہ ٹھہراو۔ (ابقرۃ: ۲۱-۲۲)

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی۔ (الفرقان: ۲)

(۲) مالک و مقتدر کائنات

جب اللہ تعالیٰ ہی پوری کائنات کا خالق ہے تو لازماً اسی کو پنی تمام مخلوقات کا مالک بھی ہونا چاہیے اور جب اس کی تخلیق میں کوئی بھی دوسرا نہ تو شریک و سہیم ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہم سرو مثیل تو لازماً اس کی مالکیت و ملوکیت اور اس کے حکم و اقتدار میں بھی نہ تو کوئی دوسرا شریک و سہیم ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا مثیل و ہم سر:

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ ان کی تہ میں ہے۔ (ط: ۶)

وہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے اور تمام معاملات فیصلے کے لیے اسی کی طرف رجوع کیے جاتے ہیں۔ (الحمد لله: ۵)

اللہ تو آسمانوں اور زمین اور ساری موجودات کا مالک ہے اور جو زمین و آسمان کے درمیان پانی جاتی ہیں، وہ جو کچھ چاہتا ہے اور اس کی قدرت ہر چیز پر حادی ہے۔ (المائدۃ: ۷۶)

اُصول و عقائد

نظام حیات انسانی سے متعلق گفتگو سے قبل چند متعلقہ اصول و عقائد کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے:

(۱) تخلیق کائنات

اللہ تعالیٰ اس کائناتِ ارض و سما میں بکھری ہوئی بے شمار مخلوقات کا اور خود انسان کا اور ان تمام چیزوں کا خالق ہے، جن سے انسان استفادہ کرتا اور جن چیزوں کا اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے محتاج ہوتا ہے:

اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ (آل عمران: ۲۲)

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برجت پیدا کیا ہے۔ (الانعام: ۳۷)
 وہی ہے جس نے چھ دنوں میں آسمانوں اور زمین کو اور ان ساری چیزوں کو پیدا کر کے رکھ دیا
 جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں۔ پھر آپ ہی ”عرش“ پر جلوہ فرمایہوا۔ (افرقان: ۵۹)
 تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی اور تاریکیاں اور نور پیدا
 کیے۔ (الانعام: ۱)

وہی تو ہے جس نے تھمارے لیے زمین کی ساری چیزیں بیدا کیں، پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کئے۔ (البقرة: ۲۹)

بے شک تھا رارب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھپ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر عرش پر جلوہ فرمایا، جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے اور جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا فرمائے، اس طرح کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ خبردار ہو اسی کی خلائق ہے اور اسی کا امر ہے۔ (الاعراف: ۵۳)

نظام عالم اور امت مسلمہ

ہونا چاہیے۔ چنانچہ اپنی حاکمیت میں بھی وہ بلا شرکت غیرے واحد ہے: اسی کی حکومت ہے۔ (القصص: ۷۰)

اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ (الفرقان: ۲)

فیصلے اور حکم کا اختیار کسی کو نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ (الانعام: ۵)

بندوں کے لیے اس اللہ کے سوا کوئی ولی و سرپرست نہیں اور وہ اپنے حکم و اقتدار میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (الکھف: ۲۶)

کہواختیار سارے کا سارا اللہ ہی کا ہے۔ (آل عمران: ۱۵۳)

بے شک اللہ جو چاہتا ہے، حکم کرتا ہے۔ (المائدۃ: ۱)

اور اللہ فیصلہ کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا نہیں ہے۔ (الرعد: ۷)

اس کے احکامات کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ (الکھف: ۲۷)

(۵) حاملِ محسن و کمالات

اللہ تعالیٰ حاکم مطلق اس لیے بھی ہے کہ وہ تمام محسن و کمالات کا حامل ہے، جن میں سے کوئی ادنیٰ سی بھی خوبی یا کمال کسی اور کو حاصل ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے کہ ماسوا اللہ کے تمام موجودات مخلوق ہیں:

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی النہیں، غیب اور ظاہر ہر چیز کا علم رکھنے والا، وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبد نہیں، وہ بادشاہ ہے، نہایت مقدس، سراسرِ سلامتی، امن بخشنے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی بن کر ہے والا۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جلوگ کر رہے ہیں۔ (الحشر: ۲۲-۲۳)

تو تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک اور پورا دگار اور سارے جہاں والوں کا مالک اور پورا دگار ہے۔ (الباعثۃ: ۳۶)

(۶) انسانوں کا بھی خالق و مالک اور منتظم و مدبر

بی نوع انسان بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ چنانچہ انسانوں کا بھی بلا شرکت غیرے اللہ ہی خالق، مالک، رب، مدبر، منتظم، پورا دگار، متنکفل، نگہبان، حاجت روا،

نظام عالم اور امت مسلمہ

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہیں ان تمام موجودات کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (المائدۃ: ۱۲۰)

نہایت بزرگ و برتر ہے وہ اللہ جس کے ہاتھوں میں (پوری کائنات کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر اپنی قدرت رکھتا ہے۔ (الملک: ۱)

کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے؟ چھے چاہے سزادے اور جسے چاہے معاف کر دے۔ وہ ہر چیز کا اختیار رکھتا ہے۔ (المائدۃ: ۲۰)

کہو ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور وہ یکتا ہے، سب پر غالب۔ (الرعد: ۱۲)

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کے مطیع فرمان ہیں۔ (الروم: ۲۶)

(۳) نظم و تدبیر، حاجت روائی و خبر گیری

اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کا محض خالق و مالک ہی نہیں ہے بلکہ ان تمام مخلوقات کی ہر لمحہ پر ورش و پرداخت بھی فرمارہا ہے اور ان کے لیے رزق رسانی اور تکمیل حاجات کا نظم و تدبیر بھی کر رہا ہے: حقیقت تو یہ ہے کہ تمہارا رب وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا انتظام چلا رہا ہے، یہی اللہ تمہارا رب ہے، لہذا تم اسی کی عبادت کرو۔ (یونس: ۳)

وہ آسمان سے لے کر زمین تک کائنات کے تمام معاملات کی تدبیر کرتا ہے۔ (اسجدۃ: ۵)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہیں۔ سبھی اپنی حاجتیں اسی سے مانگ رہے ہیں۔ (الجیل: ۲۹)

کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی فرمان روائی اللہ کے لیے ہے اور اس کے سوا کوئی تمہاری خبر گیری کرنے والا اور تمہاری مدد کرنے والا نہیں ہے۔ (ابقرۃ: ۱۰)

لہذا تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک اور سارے جہاں والوں کا پورا دگار ہے۔ (الجاثیۃ: ۳۶)

(۴) حاکمیتِ خالص

جب اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا خالق، مالک، مدبر، منتظم، پورا دگار، نگہبان، متنکفل اور حاجت روا ہے تو لاحالہ حاکمیت کا کلی اختیار بھی اللہ رب العزت کے ہاتھوں میں ہی،

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنا لیا اور آسمان کا گنبد بنا دیا جس نے تمہاری صورت بنائی اور بڑی ہی عمدہ صورت بنائی، جس نے تمہیں پا کیزہ چیزوں کا رزق دیا۔ وہی اللہ (جس نے یہ سب کچھ کیا) تمہارا رب ہے، بے حساب برکتوں والا وہ کائنات کا رب۔ (المومن: ۶۳)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزوں پیدا کیں، پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے۔ (ابقرۃ: ۲۹)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر کھا ہے، چلواس کے راستے پر اور کھاؤ اللہ کا بخششہ ہوا رزق۔ (الملک: ۱۵)

اور اللہ نے وہ سب کچھ تمہیں بخشنا جو تم نے ماٹا۔ اگر تم ان نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ (ابراهیم: ۳۲)

(۸) علیم و خبیر

حکم و اقتدار اللہ تعالیٰ سارے کاسارا اپنے ہاتھوں میں صرف اس لیے نہیں رکھا ہے کہ وہ خالق، مالک، مدب، تنظیم، پروردگار، متناغل، نگہبان اور حاجت رو ہے، بلکہ اس لیے بھی کہ وہ اپنی مخلوقات کی ساخت و نوعیت، حالات و کیفیات اور ضروریات و مصالح کا حقیقی علم رکھتا ہے، وہ غیب و شہادت اور ظاہر و باطن ہر چیز سے بخوبی واقف ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ سمیع و بصیر بھی ہے، اس لیے کہ وہی ان سب کا خالق ہے:

میرے رب کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ (الانعام: ۸۰)

اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ (ابقرۃ: ۲۹)

کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے۔ (آل جعفر: ۷)

اور بے شک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ (اطلاق: ۱۲)

اور خوب جان لو کہ اللہ کو ہربات کی خبر ہے۔ (ابقرۃ: ۲۳)

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز سے واقف ہے۔ وہ سینوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔ (فاطر: ۳۸)

حاکم اور فرمائی روا ہے:

درحقیقت تمہارا بھی رب اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ (الاعراف: ۵۳)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر کھا ہے، چلواس کے راستے پر اور کھاؤ اللہ کا رزق، اسی کے حضور میں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔ (الملک: ۱۵)

ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں۔ کون بے جان میں سے جان دار کو اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے۔ کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے۔ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ کہو، پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ پھر تو وہ اللہ ہی تمہارا رب ہے۔ (یوسف: ۳۲-۳۱)

کہو، میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں، حالاں کہ وہی ہر چیز کا رب ہے۔ (الانعام: ۱۶۳)

فرماں روائی (حکومت) کا اختیار اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔ اس کا یہ حکم ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت و اطاعت نہ کرو۔ یہی صحیح دین ہے، مگر کثر لوگ جان نہیں ہیں۔ (یوسف: ۴۰)

وہ کہتے ہیں کہ (حکومت و معاملات میں) ہمارا بھی کچھ اختیار ہے۔ کہو، اختیار سارا کا سارا اللہ ہی کا ہے۔ (آل عمران: ۱۵۳)

خبردار! اسی (اللہ) کی خلق ہے اور اسی (اللہ) کا حکم ہے۔ (الاعراف: ۵۳)

(۷) بنی آدم کو خلافتِ ارضی

البته انسان کو اللہ تعالیٰ نے دوسری تمام مخلوقات کے مقابلے میں خصوصی مقام و منصب اور فضیلت سے نوازا ہے اور اس منصب سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اسے خصوصی نعمتوں بھی بخشی ہیں۔ یہ منصب و فضیلت زمین میں خلافت ہے:

وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ (فاطر: ۳۹)

یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انھیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پا کیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انہی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت دی۔ (بنی اسرائیل: ۷)

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ (اتمین: ۲)

بے شک ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسا یا اور تمہارے لیے یہاں سامان زیست فراہم کیا، مگر تم لوگ کم ہی شکرگزار ہوتے ہو۔ (الاعراف: ۱۰)

عبدت و اطاعت

مذکورہ بالا اصول و عقائد طے ہو جانے کے بعد اللہ کے بندوں کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنے رحیم و کریم، سمع و بصیر، علیم و حکیم، خالق و مالک رب العالمین کی عبادت و اطاعت کے لیے اسی کی بخشی ہوئی ہدایات و احکام کے مطابق بے چوں و چراکی طور پر یکسو ہو کر اپنے آپ کو وقف کر دے۔ بلکہ انسانوں کی تخلیق کا مقصدِ وحید ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت فرار دیا گیا ہے۔ ورنہ بصورت دیگر کفر و شرک، بغاوت و سرشی اور کفر ان نعمت سے دامن کا آلوہہ ہونا لازم آئے گا اور سزا کے مستحق قرار پائیں گے:

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لینے نہیں پیدا کیا کہ وہ میری عبادت و اطاعت کریں۔ (الذریت: ۵۶)

اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو محض ان کا مقصد تخلیق بتا کر چھوڑنہیں دیا بلکہ اپنی عبادت و اطاعت کا واضح حکم بھی فرمادیا تا کہ بندوں کے لیے راہ فرار کی کوئی صورت باقی نہ رہے: فرمائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سواتم کسی کی عبادت و اطاعت نہ کرو۔ یہی خالص سیدھادین ہے۔ (یوسف: ۴۰)

تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت و اطاعت نہ کرو۔ (ھود: ۲)

ان سے کہو، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی عبادت و اطاعت کروں۔ (الزمر: ۱۱)

تو تم اللہ ہی کی عبادت و اطاعت کرو، دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! دین خالص اللہ کا حق ہے۔ (الزمر: ۳-۲)

اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت و اطاعت کا حکم دنیا کی تمام قوموں کو پہلے بھی دیا جا چکا ہے:

اور خوب جان لو کہ اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔ (البقرة: ۲۳۳)

اور سب کچھ سننے اور جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ (المائدۃ: ۷)

بے شک اللہ باریک میں اور باخبر ہے۔ (لقمان: ۱۶)

اور اللہ تمام غیب کی باتوں کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔ (آل عمرہ: ۸)

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی الانہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا۔ (الحضر: ۲۲)

تم خواہ چکے سے بات کرو یا اوپنی آواز سے (اللہ کے لیے یکساں ہے) وہ تو دلوں کے حال تک جانتا ہے، کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے، حالانکہ وہ باریک میں اور باخبر ہے۔ (الملک: ۱۳-۱۴)



نظام عالم اور امت مسلمہ

تنخیل ہے، جس میں حذف و اضافے کی بھی قطعی گنجائش نہیں ہے، بس سمعنا و اطعنا جس کا تقاضا ہے۔ یہ نہ تو کسی بھی باطل دین سے کسی بھی طرح کی مناسبت رکھتا ہے، نہیں ان میں سے کسی سے اس کا موازنہ کیا جاسکتا ہے اور نہ تو اس میں کسی بھی طرح کی ادنیٰ سی آمیرش، ہی ممکن ہے۔ چنانچہ دین حق کے حاملین کو صاف صاف حکم دے دیا گیا ہے:

حکومت اور فرمان روائی اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔ اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سواتم کسی کی عبادت و اطاعت نہ کرو۔ یہی بالکل درست نظام زندگی ہے۔ (یوسف: ۴۰)

تو یکسو ہو کر اپنارخ اس دین کی سمیت میں جادو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت بدی نہیں جاسکتی۔ یہی بالکل راست اور درست دین ہے۔ (الروم: ۳۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلاٹمن ہے۔ (البرقة: ۲۰۸)

تو تم اللہ ہی کی عبادت و اطاعت کرو دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! دین خالص اللہ کا حق ہے۔ (الزمر: ۳-۲)

ادیان باطل

اس نظام حق کے برخلاف ادیان باطل ہیں۔ ان کی بہت ساری شکلیں اور قسمیں ہیں اور آئے دن نئی نئی قسمیں وجود میں آتی رہتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان کی کچھ قسمیں معدوم بھی ہوتی جاتی ہیں۔ یہ تمام ادیان باطل دراصل شیطان کی ڈالی ہوئی فکری، نظری اور عملی نجاستیں ہیں، شیاطینِ جن و انس کی کارستانیوں کے نتیجے میں ان کا وجود ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ ان میں تمام ہی ادیان ایک دوسرے سے تھوڑا ایسا زیادہ اخذ کرتے رہتے ہیں اور خود اپنے اندر حذف و اضافہ کی بھی پوری پوری گنجائش رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے اندر ہر طرح کی باہمی یا گلگت و قربت اور اشتراک و اتفاق کا پایا جانا بھی ممکن ہوتا ہے۔ بالخصوص اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تو وہ ضرور ہی متحدد متفق ہوتے ہیں اور انھیں نقصان پہنچانے کے معاملے میں ایک دوسرے سے پوری طرح اشتراک و تعاون کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس حقیقت سے مطلع کرتے ہوئے ان سے ہوشیار رہنے کی تلقین بھی فرمادی ہے:

نظام عالم اور امت مسلمہ

اور ان (قبل کی قوموں) کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت و اطاعت کریں اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، یہی نہایت تحقیق اور درست دین ہے۔ (البیتہ: ۵)

وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اب جو کوئی کفر کرتا ہے، اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے، اور کافروں کو ان کا کفر اس کے سوا کوئی ترقی نہیں دیتا کہ ان کے رب کا غضب ان پر زیادہ سے زیادہ بھڑکتا چلا جاتا ہے۔ کافروں کے لیے خسارے میں اضافے کے سوا کوئی ترقی نہیں۔ (فاطر: ۳۹)

یہ عبادت و اطاعت صرف انسانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا ہے، بلکہ ساری کائنات ہی اللہ رب العزت کی تابع فرمان ہے:

اب کیا یہ لوگ دین اللہ کو چھوڑ کر کوئی اور دین (نظام حیات) چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری ہی خلائق چاروں ناچار اللہ ہی کی مسلم (فرمان بردار) ہیں اور اسی کی طرف سب کو پہنچا ہے۔ (آل عمران: ۸۳)

اسی کا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور خالصتاً اسی کا دین (ساری کائنات میں) قائم و دائم ہے۔ پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے تقویٰ کرو گے۔ (انحل: ۵۲)

دین حق

”دین“ نظام حیات کو کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دین اللہ ہے جسے دین حق کہتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس دین کو دین حق کے علاوہ دین قیم، دین حنف، دین اللہ یاد دین اسلام کہا ہے۔ یہ تمام نام دراصل دین اللہ کی مختلف جہتوں اور وسعتوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ یہ دین چوں کہ اللہ تعالیٰ کا بخشنا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے اس لیے یہ ان تمام افکار و عقائد اور اعمال صالحہ کے مجموعے کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ان کی ساخت و فطرت کے مطابق ترتیب بخشی ہے، جو انسانوں کی اپنی ذاتی فطرت کے ساتھ ہی ساتھ اس پوری کائنات کی فطرت سے بھی ہم آہنگ ہے، جس کے اصول اور طریقے ازل سے منضبط اور مشتمل ہیں، جو جملہ عبادات و معاملات زندگی اور سیاسی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی اور تمدنی غرض کے زندگی کے جملہ امور و مسائل حیات کو محیط ہے، جو ناقابل ترمیم و

نظام عالم اور امت مسلمہ

ایساں لیے ہے کہ شیطان اور اس کے ہم نوا اور اہل کار بھی نہیں چاہتے کہ انسان امن و آشی، آرام و سکون اور خوش حالی و کامیابی کی زندگی گزارے اور دنیا اور آخرت کی فلاح سے ہم کنار ہو سکے۔ چنانچہ وہ ان چیزوں کی دعوت دیتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہو، تاکہ انسانی زندگی اس دنیا میں بھی جنہم زدہ ہو کر رہ جائے اور آخرت میں بھی وہنا کام و ناراد ہو: یہ دراصل شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈالوانے کی کوشش کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کھلاڑی ہے۔ (بنی اسرائیل: ۵۳)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ تو اسے نقش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ (النور: ۲۱)

ایک گروہ کو اللہ نے سیدھا راستہ دکھایا ہے، مگر دوسرے گروہ پر گمراہی چسپاں ہو کر رہ گئی ہے کیوں کہ انھوں نے اللہ کے بجائے شیاطین کو اپنا سرپست بنالیا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔ (الاعراف: ۳۰)

اور شیطان انھیں بھٹکا کر، بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔ (النساء: ۲۰)

سنوا جس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا سرپست بنالیا وہ صرف نقصان میں پڑ گیا۔ (النساء: ۱۹) دراصل شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیروؤں کو اپنی راہ پر اس لیے ملا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔ (فاطر: ۶)

اس طرح دنیا میں انسانی معاشرہ حق اور باطل دونظاموں میں سے کسی نہ ایک ہی نظام سے مسلک ہوتا ہے۔ دین حق کے پیروکاروں کو حزب اللہ کے نام سے موسم کیا جاتا ہے اور شیطانوں، ان کے اہل کاروں اور ان کے ہم نواوں کے وضع کردہ نظاموں، خواہ وہ کسی بھی شکل و ہیئت میں ہوں، کے پیروکاروں کو حزب الشیطان کے نام سے۔ قرآن نے واضح اور دوڑوک انداز میں ان دونوں قسموں کو بیان کر کے ان کے انجام نیک و بدستے بھی باخبر کر دیا ہے: وہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو! اللہ کی جماعت کے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔ (الجادۃ: ۲۲)

وہ شیطان کی جماعت کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو! شیطان کی جماعت کے لوگ ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔ (الجادۃ: ۱۹)

نظام عالم اور امت مسلمہ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفق نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر ان ہی میں ہے۔ (المائدۃ: ۱۵)

جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ ایک دوسرے کے رفق اور حماقی ہیں۔ (الانفال: ۷۸) منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں، برائی کا حکم دینے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ خیر سے روک رکھتے ہیں۔ (التبہ: ۶۷)

اور بلاشبہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی اور دوست ہیں۔ (الجاثیۃ: ۱۹)

خطوات الشیطان

ادیان باطل دراصل شیطانی طریق ہائے زندگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بخشش ہوئے دین حق کے مقابلے میں شیطانوں، ان کے دوستوں، ان کے حیلیوں اور ان کے ہم نواوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے تفویض کردہ نظامِ حق و عدل سے مخالف کرنے کے لیے طرح طرح کے مذاہب، ممالک، طریقے اور راستے وضع کیے ہیں، جنہیں لوگوں کے لیے بزعم خود خوش نما، خوش طبع، خوش وضع، پرکشش اور جاذب ثابت کرنے کی طرح طرح کی کوششیں انجام دینے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ یہ سارے کے سارے طاغوتی نظام ہائے زندگی دھوکہ اور فریب ہیں۔ حیات انسانی کے حق میں خیر و صلاح، امن و آشی، خوش حالی اور کامیابی کے بجائے انتشار و افتراق، فتنہ و فساد، ظلم و انصافی، بے رحمی و بے حیائی ہیں، جن کے نتیجے میں انسانی معاشرہ حرص و ہوس، بغض و کیفیت، بدحالی و بے سکونی اور عصیت و بد اخلاقی کی آماج گاہ بن کر رہ جاتا ہے:

بعض لوگ ایسے ہیں جو علم کے بغیر اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں، حالانکہ اس کے توصیب ہی میں یہ لکھا ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا اسے وہ گمراہ کر کے چھوڑے گا اور عذاب جہنم کا راستہ دکھائے گا۔ (انج: ۳-۴)

وہ اس باغی شیطان کو معبود و مطاع بناتے ہیں، جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے۔ (النساء: ۱۱) شیطان نے ان کے برے کرتوت اخیں خوش نما بنا کر دکھائے ہیں۔ وہی شیطان آج ان لوگوں کا بھی سرپست اور رفق بنا ہوا ہے۔ اور وہ در دن اسکے سزا کے مستحق بن رہے ہیں۔ (انجل: ۲۳)

دنیا کی تمام قوموں کو اسی نظام حق کی ہدایت

اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہی نظام حق "اسلام" کو منظوری بخشی ہے اور اسے پسند کیا ہے۔ اسی نظام حق پر عمل آوری اور اس کے قیام و استحکام کی ہدایت اس نے دنیا کی تمام قوموں کو اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کی ہے:

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ (باقی ادیان کی کوئی حقیقت نہیں ہے)۔ (آل عمران: ۱۹)

اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ (المائدۃ: ۳)

اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوچ کو دیا تھا اور جسے اب تمہاری طرف ہم نے وہی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کر کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ (الشوری: ۱۳)

جب اس (ابراہیم) کے رب نے اس سے کہا: "مسلم ہو جا" تو اس نے فوراً کہا: "میں رب العالمین کا مسلم ہو گیا" اور (پھر) اسی دین پر چلنے کی ہدایت اس نے اپنی اولاد کو کی تھی اور اسی کی وصیت یعقوب بھی اپنی اولاد کو کر گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ "میرے بچوں بے شک اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کو پسند کیا ہے۔ لہذا مرتے دم تک مسلم ہی رہنا"۔ (البقرۃ: ۱۳۲-۱۳۳)

بینات، کتاب، میزان اور لو ہے کے ساتھ رسولوں کی بعثت

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو صرف نظام حق ہی دے کر نہیں چلا دیا بلکہ اس کے ساتھ ہی انھیں واضح نشانیاں، روشن دلائل اور واضح عملی ہدایات کے ساتھ بھیجا، ان کے ساتھ ہی ان کے ساتھ کتاب بھی نازل فرمائی جو انسانوں کی ہدایت کے لیے درکار تھیں تاکہ لوگ تمام شعبہ ہائے زندگی کے امور و معاملات میں اس کی طرف رجوع کریں اور میزان بھی نازل فرمائی، ایک ایسی میزان جو افکار و عقائد، نظریہ و خیالات، اخلاق و معاملات، تعلیم و تدریس، کردار و اعمال میں حق و باطل، درست و نادرست، جائز و ناجائز کو واضح کرتے ہوئے ہر ایک معاملے میں حق کی رہنمائی کرے تاکہ معاشرت، میثاق اور سیاست ہر ایک شعبہ زندگی میں حق و انصاف قائم کیا جاسکے، ظلم و عدوان پر قدغن لگایا جاسکے۔ اور اس کے ساتھ ہی رسولوں کے مشن میں یہ بات بھی شامل تھی

اس لیے مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ حزب الشیطان سے مطلق دور رہیں:

اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کہ وہ تمہارا کھلا ہوادیمن ہے۔ (ابقرۃ: ۲۰۸)

نظام حق اور نظام باطل دونوں ایک دوسرے کی ضد

نظام حق اللہ تعالیٰ کا بخشنا ہوا اور پسند کیا ہوا ہے۔ اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت کے عین مطابق ہے۔ لہذا، اس دین حق پر عمل آوری آسان بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمایت و نصرت کا موجب بھی۔ اس کے برخلاف ادیان باطل بے حقیقت، بے اصل، غیر فطری اور بے لحاظ انجام حسرت و خسران اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا موجب ہے:

جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و ناصر اللہ ہے اور وہ ان کوتاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے اور کافروں کے حامی و مدگار طاغوت ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں میں لے جاتے ہیں، یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں یہ بیشہ پڑے رہیں گے۔ (البقرۃ: ۲۵۷)

چنانچہ جب بھی دین حق کو قائم کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی حمایت و نصرت اور توفیق کے نتیجے میں نظام حق کے قیام و استحکام کی راہیں آسان ہوتی اور کھلتی چلی جائیں گی اور باطل خود بخدا ایک ایک کر کے مٹا چلا جائے گا، اس لیے کہ ان غیر فطری اور شیطانی ریت کے گھر وندوں کو ثبات و استحکام نہیں ہے:

اس طرح کی مثال سے اللہ حق اور باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے کہ جو جھاگ ہے وہ اڑ جاتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ (الرعد: ۷)

اور اعلان کر دو کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا (اس لیے کہ) باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۸۱)

مگر ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے اور وہ دیکھتے دیکھتے مٹ جاتا ہے۔ (الانبیاء: ۱۸)

خبردار ہو شیطان کی جماعت والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔ (المجادلة: ۱۶)

صفحہ رہستی سے مرٹ جانے والی معذب قویں

یہ ان انسانوں کی اپنی لائی ہوئی بدجنتی تھی جنہوں نے اپنے رسولوں کے پیش کیے ہوئے نظامِ حق کو قبول نہ کیا اور اپنے رسولوں کی اطاعت سے منہ موڑا بلکہ ان کے بخلاف ان ظالم اور فاسق مُنکرینِ حق کے تابع فرمان بن کر رہنا گوارا کیا جو خود بھی ہے کے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی نظامِ حق کے فیوض و برکات سے باز رکھتے تھے۔ وہ شیطانوں کے دام فریب ہی میں الٰجھے رہے۔ انجام کا رکتنی ہی قویں ایسی گزر پچکی ہیں جو اس طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کا خود ہی سبب بن گئیں:

کیا ان لوگوں کو اپنے سے پہلے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں۔ نوع کی قوم، عاد، ثمود، اور ابراہیم کی قوم اور اہل مدین اور وہ بستیاں جنہیں اللہ دیا گیا، ان کے رسول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے، پھر اللہ کا کام نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔ (التوبۃ: ۷۰)

نوع کی قوم کو نظامِ حق کی دعوت دی گئی:

اور ہم نے نوع کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ (اس نے کہا): میں تم لوگوں کو صاف صاف خبر دار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت و اطاعت نہ کرو ورنہ مجھے اندر یہ ہے کہ تم پر ایک روز دردناک عذاب آجائے گا۔ (صود: ۲۵-۲۶)۔

لیکن حضرت نوع کی قوم نے بندگی رب کے بجائے بندگی طاغوت ہی کو ترجیح دی۔ انجام کا رود دردناک عذاب آگیا جس میں سارے مُنکرین دینِ حق ڈوب مرے اور زمین کو ان ظالموں سے پاک و صاف کر دیا گیا:

بیہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور وہ (سیلا بکا) تورا بیل پڑا۔ (صود: ۴۰)
اور کہہ دیا کہ دور ہو گئی ظالموں کی قوم۔ (صود: ۴۳)

قوم عاد سے ان کے نبی ہوئے نے نظامِ حق کی طرف پلٹ آنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا:

کہ وہ صرف نظامِ حق کی تبلیغ اور نظامِ باطل سے منع ہی نہ کریں بلکہ اس نظامِ حق کو بھی عملاً نافذ بھی کریں، نظامِ باطل کو مٹا دیں اور زمین پر نظامِ حق کی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہونے کے ہر کسی کو موقع فراہم کریں۔ چنانچہ رسولوں کو وہ قوت و صلاحیت بھی فراہم کی جاتی رہی جن سے فی الواقع عدل و قسط قائم ہو سکے، عالم انسانیت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہو سکے، لوگوں کو ہر قسم کے طاغتوں کی غلامی سے نجات دلائی جاسکے، اس نظامِ حق کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دی جاسکے اور اس کے نفاذ عمل کی راہ میں مراحم عناصر کا زور توڑا جاسکے:

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف اور روشن دلائل اور نشانیوں اور ہدایتوں کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں۔ اور ہم نے لوہا اتارا جس میں بڑا زور اور قوت نافذ ہے اور اس میں لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں۔ اور یہ اس لیے کیا گیا کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ (الحمدی: ۲۵)



پھر ان قوموں کے بعد (جن کا ذکر کیا گیا) ہم نے موئی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھجا، مگر انہوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا، تو دلکش لو ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا۔ (الاعراف: ۱۰۳)

مگر انہوں نے فرعون ہی کے احکام کی پیروی کی، حالانکہ فرعون کا حکم راستی پر نہ تھا۔ (ہود: ۹۷) پھر ہم نے ان سے انتقام لیا اور انھیں سمندر میں غرق کر دیا کیوں کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور ان سے وہ بے پرواہ گئے تھے۔ (الاعراف: ۱۳۶)

غرض کہ ---

کتنی ہی طالبِستیاں ہیں جن کو ہم نے پیش کر رکھ دیا اور ان کے بعد دوسری کسی قوم کو اٹھایا۔ (الانبیاء: ۱۱)

اس لیے کہ ---

آل فرعون اور ان سے پہلے کی قوموں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا وہ اسی ضابطے کے مطابق تھا کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں ہلاک کر دیا اور آل فرعون کو غرق کر دیا۔ یہ سب طالبِلوگ تھے۔ یقیناً اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والی مخلوق میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کو مانے سے انکار کر دیا، پھر کسی طرح بھی اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ (الانفال: ۵۴-۵۵)



اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے رب سے مغفرت چاہو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ، وہ تم پر آسمانوں کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا، مجرم بن کر (دینِ حق سے) منہ نہ پھیرو۔ (ہود: ۵۲)

لیکن قوم عاد نے نظامِ حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اللہ کے رسولوں کی بات نہ مانی اور طاغتوں ہی کی پیروی کرتے رہے۔ آخر کار عذابِ الیم نے انھیں تباہ و بر باد کر دیا:

یہ ہیں عاد، اپنے رب کی آیات سے انہوں نے انکار کیا اور اس کے رسولوں کی بات نہ مانی اور ہر جبار دشمنِ حق کی پیروی کرتے رہے۔ آخر کار اس دنیا میں بھی ان پر لعنت پڑی اور قیامت کے روز بھی۔ سنو! عاد نے اپنے رب سے کفر کیا۔ دور پھینک دیے گئے عاد، ہو ڈی قوم کے لوگ۔ (ہود: ۵۶-۵۹)

اسی طرح قومِ ثمود بھی نظامِ حق کو قبول نہ کرنے کی صورت میں عذاب میں گھر گئی:

سنو! ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سنو! دور پھینک دیے گئے ثمود۔ (ہود: ۶۸)

اسی طرح قومِ لوٹ بھی سرکشی اور بغاوت کے نتیجے میں تل پٹ کر دی گئی:

پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آپنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کر دیا اور اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر تا بڑوڑ برسائے جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے یہاں نشان زدہ تھا۔ اور طالموں سے یہ زرا کچھ درونیں۔ (ہود: ۸۲-۸۳)

بھی حال اہلِ مدین کا بھی تھا:

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھجا۔ اس نے کہا: ”اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت و اطاعت کرو، اس کے سوا کوئی اللہ نہیں اور ناپ تول میں کسی نہ کیا کرو۔ آج میں تم کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو گھیر لے گا۔ اور اے برا درانِ قوم! ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپ اور تو لاور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹانے دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ (ہود: ۸۳-۸۵)

لیکن مدین والوں نے اپنے محسنِ حقیقی کی بات نہ مانی اور ظلم سے باز نہ آئے۔ بالآخر انھیں بھی عذاب نے آلیا اور وہ بے حس و حرکت پڑے رہ گئے:

اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا، ان کو ایک سخت وحش کے نے ایسا کپڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے، گویا وہ بھی وہاں رہے بے ہی نہ تھے۔ سنو! مدین والے دور پھینک دیے گئے جس طرح ثمود پھینکے گئے تھے۔ (ہود: ۹۳-۹۵)

ان قوموں کے بعد فرعون اور اس کے تبعین کا بھی بھی انجام ہوا:

اقرار بھی کیا تھا لیکن ان میں سے اکثر لوگوں نے اپنے ان عہود کی پابندیوں کا ذرا پاس و لحاظ نہ رکھا اور ان سے مطلقاً مخالف ہو گئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبیوں کی یاد دہانیوں اور نصیحتوں کو رد کرتے چلے گئے، انھیں جھٹلایا، حتیٰ کہ انھیں نافرمانی کر دینے کا ارتکاب بھی کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوتے رہے، پستی و بدحالی ان پر مسلط ہوتی رہی اور محکومی اور مظلومی کا شکار ہوتے رہے، اور آخرت میں بھی وہنا کام و نا مرادر ہیں گے:

اور اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہوگا، انھیں پوشیدہ نہ رکھنا ہوگا، مگر انھوں نے کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور تحفظی قیمت پر اسے بیچ ڈالا، کتنا برآ کاروبار ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ (آل عمران: ۱۸۷)

کیا ان سے کتاب کا عہد نہیں لیا جا چکا ہے کہ اللہ کے نام پر وہی بات کہیں جو حق ہو اور یہ خود پڑھ پکھے ہیں جو کتاب میں لکھا ہے۔ (الاعراف: ۱۶۹)

یاد کرو وہ وقت، جب ہم نے طور کو تم پر اٹھا کر تم سے پختہ عہد لیا تھا کہ ”جو کتاب ہم تمہیں دے رہے ہیں اسے مضبوطی کے ساتھ تھا منا اور جو احکام و ہدایات اس میں درج ہیں انھیں یاد رکھنا، اسی ذریعے سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم تقویٰ کی روشن پر چل سکو گے۔ مگر اس کے بعد تم اپنے عہد سے پھر گئے۔ (البقرۃ: ۶۳-۶۴)

یاد کرو بنی اسرائیل سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، قیمتوں اور مسکنیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، مگر تحفڑے آدمیوں کے ساتھ سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔ پھر ذراید کرو، ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر نہ کرنا۔ تم نے اس کا اقرار کیا تھا، تم خود اس پر گواہ ہو، مگر آج وہی تم ہو کہ اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو، اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خان نما کر دیتے ہو، ظلم و زیادتی کے ساتھ ان کے خلاف جنگ بندیاں کرتے ہو اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تھمارے پاس آتے ہیں تو تم ان کی رہائی کے لیے فدیہ کا لین دین کرتے ہو، حالانکہ ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا، تو یا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں۔ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔۔۔

بنی اسرائیل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان تمام نعمتوں کا وارث بنایا جن پر اب تک فرعونیوں کا تصرف تھا:

اس طرح ہم انھیں (فرعون اور اس کے سرداروں اور مددگاروں کو) ان کے باغوں اور چشمتوں اور خزانوں اور ان کی بہترین قیام گاہوں سے نکال لائے۔ یہ سب تو ہوا ان کے ساتھ اور (دوسرا طرف) بنی اسرائیل کو ہم نے ان سب چیزوں کا وارث بنایا۔ (اشعراء: ۵۷-۵۸)

بنی اسرائیل صرف فرعونیوں کے ترکے کے وارث ہی نہیں ہوئے بلکہ انھیں مزید نعمتوں سے سرفراز کیا گیا۔ انھیں کتاب، حکومت اور نبوت سے نوازا گیا، ان کے لیے دنیا اور دنیاوی نعمتوں کے دروازے کھول دیے گئے۔ ساری دنیا پر انھیں فضیلت بخشی گئی اور دین حق پر عمل آوری اور اس کے نفاذ کے لیے واضح ہدایات بخش دی گئیں:

یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی۔ ان کو ہم نے محمدہ سامانِ حیات سے نوازا، دنیا بھر کے لوگوں پر انھیں فضیلت عطا کی اور دین کے معاملے میں انھیں واضح ہدایات دے دیں۔ (الجاثیہ: ۱۶-۱۷)

یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا ”اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی اس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تمہیں عطا کی تھی۔ اس نے تم میں نبی پیدا کیے، تم کو حکمران بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی کو نہ دیا تھا۔“ (المائدۃ: ۲۰)

لیکن بنی اسرائیل نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی، بلکہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا، نظام حق کی خلاف ورزیاں کیں، اپنے اقتدار و اختیار کا غلط استعمال کیا، ظلم و جبر کا رویہ اپنایا، اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہدایات و تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا، حالانکہ ان سے ان ہدایات و تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور انھیں نافذ کرنے کا ان سے پختہ عہد لیا جا چکا تھا اور ان عہود کی پابندی کا انھوں نے

مغضوب و ضالین

بنی اسرائیل کے نظامِ حق سے پھر جانے، باطل کو گلے لگا لینے، اپنے عہد و بیثاق کی خلاف ورزی کرنے اور عبادت و اطاعت، سیاست و حکومت، معیشت و معاشرت اور اخلاق و تمدن میں اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات سے بغاوت و سرکشی کرنے کے نتیجے میں وہ طرح طرح کی اعتقادی اور عملی خراپیوں اور گمراہیوں کے شکار ہو گئے، فسق و فور، بغاوت و سرکشی، ظلم و زیادتی، حرام و سود خوری، برائی اور بد اخلاقی کی وباً میں ان میں عام ہو گئیں اور وہ حق کے بال مقابل آگئے اور باطل کے ہم نوا ہو گئے۔ مثلاً۔۔۔

﴿كَتَابُ الْهَىٰ كَفِيلٌ سَٰ پَلَوْتَىٰ كَرَنَا انَّ كَاطِرِيقَهٗ هُوَ گِيَا:﴾

تم نے دیکھا نہیں کہ جن لوگوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے، ان کا حال کیا ہے؟ نہیں جب کتابِ الہی کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق اس سے پہلوتی کرتا ہے اور اس فیصلے کی طرف آنے سے منہ پھیر جاتا ہے۔ (آل عمران: ۲۳)

﴿كَتَابُ الْهَىٰ كَوْپِسْ بَشْتُ ڈَالِ دِيَنَا وَرَتْهُوْرِيٰ قِيمَتُ پَرَاسِ بَشْجُ ڏَالَّانَا انَّ كَاعَمَ روَيَهٗ هُوَ گِيَا:﴾ اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہو گا، انھیں پوشیدہ نہیں رکھنا ہو گا، مگر انھوں نے کتاب کو پس بشت ڈال دیا اور تھوڑی قیمت پر اسے بچ ڏالا۔ کتاب برآ کار و بار ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ (آل عمران: ۱۸)

﴿ دِيَنِ حَقٍّ سَٰ هَٰتَ كَرَنَھُوْنَ نَ دَوَسَرَ مُخْتَفَ طَرِيقَهٗ وضعَ كَرَلَيَهٗ تَا كَدا پَنَے انَّ وَضْعِي طَرِيقَوْنَ سَ ٰ وَهَا إِيكَ دَوَسَرَ پَرَ ظَلَمَ وَزِيادَتَىٰ كَرِيَسَ:﴾

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اس سے ہٹ کر جو مختلف طریقے ان لوگوں نے اختیار کیے جنہیں کتاب دی گئی تھی، ان کے طرز عمل کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نہ تھی کہ انھوں نے علم آجائے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا اور جو کوئی اللہ کے احکام و ہدایات کی اطاعت سے انکار کرے اللہ کو اس سے حساب لیتے کچھ رینہیں لگتے۔ (آل عمران: ۱۹)

﴿ آيَاتِ الْهَىٰ كَوْنَجُ ڏَالَّانَا كَوَىٰ بَرَىٰ بَاتَ نَهِيَسَ رَهَ گَىٰ، جَتِيٰ كَتَهُوْرِيٰ قِيمَتُ پَرَ مِيرِيٰ آيَاتَ كَونَجُ ڏَالَّوَ:﴾

تھوڑی قیمت پر میری آیات کو نہ بچ ڏالو۔ (ابقرۃ: ۲۶)

یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے آخرت بچ کر دنیا کی زندگی خریدی ہے، لہذا، نہ ان کی سزا میں کوئی تنخیف ہو گی اور نہ انھیں کوئی مد پنچ سکے گی۔ (ابقرۃ: ۸۲-۸۳)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب مقرر کیے تھے اور ان سے کہا تھا کہ ”میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے اللہ کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقین رکھو کہ میں تمہاری براہیاں تم سے رائل کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہیں بہتی ہوں گی۔ مگر اس کے بعد جس نے تم میں سے کفر کی روشن اختیار کی تو درحقیقت اس نے سواء اس بیل گم کر دی۔“ پھر یہ ان کا اپنے عہد کو تو ژڈا نا تھا جس کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے دل بخت کر دیے۔ (المائدۃ: ۱۲-۱۳)

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے، مگر جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ان کی خواہشاتِ نفس کے خلاف کچھ لے کر آیا تو کسی کو انھوں نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا اور اپنے نزدیک یہ سمجھے کہ کوئی فتنہ و فنا نہ ہو گا، اس لیے انہے اور بہرے بن گئے۔ (المائدۃ: ۷۰-۷۱)

پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور اس سے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور متعدد انہیا کو کا حق قتل کیا اور یہاں تک کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں بند ہیں۔ حالانکہ درحقیقت ان کی باطل پرستی کے سبب سے اللہ نے ان کے دلوں پر طحہ لگادیا ہے اور اسی وجہ سے یہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔ پھر اپنے کفر میں یہ اتنے بڑھے کہ مریم پر سخت بہتان لگایا اور خود کہا کہ ہم نے نجیعی بن مریم، رسول اللہ قتل کر دیا ہے۔ (النساء: ۱۵۵-۱۵۶)

اسی طرح ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا، جنہوں نے کہا تھا کہ ہم ”نصاریٰ“ ہیں، مگر ان کو بھی جو سبق یاد کرایا گیا تھا، اس کا بڑا حصہ انھوں نے فراموش کر دیا۔ آخر کار ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے دشمنی اور آپس کے بعض و عناد کا بچ بودیا۔ (المائدۃ: ۱۳)

ذلت و خواری اور لپتی و بدحالی ان پر مسلط ہو گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے۔ یہ نتیجہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرنے لگے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے لگے۔ یہ نتیجہ تھا ان کی نافرمانیوں کا اور اس بات کا کہ وہ حدود شرع سے نکل نکل جاتے تھے۔ (ابقرۃ: ۶۱)

نظام عالم اور امت مسلمہ

تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے بکثرت لوگ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے پھر تے ہیں اور حرام کا مال کھاتے ہیں۔ بہت ہی بڑی حرکات ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔ کیوں ان کے علماء اور مشائخ انھیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے۔ یقیناً بہت ہی برا کار نامہ زندگی ہے جو وہ تیار کر رہے ہیں۔ (المائدۃ: ۶۲-۶۳)

﴿ ان کے علماء و مشائخ دوسروں کو گناہوں سے بچنے اور حرام مال کھانے سے منع کیا کرتے، وہ تو خود ہی لوگوں کے مال حرام طریقے سے کھانے لگے، انھیں جمع کرنے لگے اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتے ہیں۔ در دن اک سزا کی خوشخبری دے دوان کو جو سونے چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔﴾ (آل توبۃ: ۳۲)

﴿ وہ اپنی بد اعمالیوں کے نتیجے میں قسافت قلب کا شکار ہو کر رہ گئے: بالآخر تم حمارے دل سخت ہو گئے، پھر وہ کی طرح سخت، بلکہ سختی میں کچھ اس سے بھی بڑھے ہوئے، کیوں کہ پھر وہ میں سے تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمیں پھوٹ بہتے ہیں، کوئی پھٹکتا ہے اور اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور کوئی اللہ کے خوف سے لرز کر گر بھی پڑتا ہے۔﴾ (ابقرۃ: ۷۲)

﴿ یا ان کی قسافت قلبی ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ توریت کا بارا پنے کندھوں پر اٹھانے سکے اور آیاتِ الہی کو جھٹلایا: جن لوگوں کو توراۃ کا حامل بنایا گیا تھا مگر انھوں نے اس کا بارنا اٹھایا، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ اس سے بھی زیادہ بڑی مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا ہے۔﴾ (اجماعتہ: ۵)

﴿ وہ دنیاۓ دنی کی طرف مائل ہو گئے: پھر انگلی نسلوں کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشیں ہوئے جو کتابِ الہی کے وارث ہو کر اسی دنیاۓ دنی کے فائدے سے سیستے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ توقع ہے کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔ اور وہی متاع دنیا سامنے آجائی ہے تو پھر لپک کر اسے لے لیتے ہیں۔﴾ (الاعراف: ۱۶۹)

نظام عالم اور امت مسلمہ

﴿ دیدہ و دانستہ کلام اللہ میں تحریف و تصریف کرنے میں بھی انھیں باک نہیں ہوتا: اور ان میں سے ایک گروہ کا شیوه یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سننا اور پھر خوب سمجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی۔﴾ (ابقرۃ: ۷۵)

﴿ وہ اپنے ہاتھوں شریعت مرتب کر کے اسے من جانب اللہ قرار دینے لگے تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ دنیاوی فائدے اٹھائیں: توہا کرت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھ سے شریعت کا نوشتہ لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے تاکہ اس کے عوض میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لیں۔ ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا ہوا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجب ہلاکت ہے۔﴾ (ابقرۃ: ۷۶)

﴿ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات کا انکار کرنا اور حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بنانا انھوں نے اپنا معمول بنالیا: اے اہل کتاب! کیوں اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو، حالانکہ تم خود ان کا مشاہدہ کر رہے ہو۔

﴿ اے اہل کتاب! کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو، کیوں کرحق کو جانتے بوجھتے چھپاتے ہو۔﴾ (آل عمران: ۴۰-۴۱)

﴿ وہ اخلاقی پستیوں کے شکار ہو کر رہ گئے۔ یہاں تک کہ امانت میں خیانت کر جانا ان کے لیے باعث نگہ و عار نہ رہا: اہل کتاب میں سے کوئی ایسا ہے کہ اگر تم اس کے اعتقاد پر مال و دولت کا ایک ڈھیر بھی دے دو تو وہ تمہارا مال تمہیں ادا کر دے گا اور کسی کا حال یہ ہے کہ اگر تم ایک دینار کے معاملے میں بھی اس پر بھروسہ کرو تو وہ ادا نہ کرے گا لالا یہ کہ تم اس کے سر پر سوار ہو جاؤ۔ ان کی اس اخلاقی پستی کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ”امیوں کے معاملے میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔“ اور یہ بات وہ محض جھوٹ گھٹ کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ انھیں معلوم ہے (کہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی ہے)۔﴾ (آل عمران: ۵)

﴿ جھوٹ سننا، حرام کا مال کھانا، گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرنا ان کے لیے آسان ہو گیا: یہ بنی اسرائیل (جھوٹ سننے والے اور حرام کا مال کھانے والے) ہیں۔﴾ (المائدۃ: ۶۲)

نظام عالم اور امت مسلمہ

میں بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو کفار کی حمایت و رفاقت اختیار کرتے ہیں۔ یقیناً بہت برانجام ہے جس کی تیاری ان کے نفعوں نے ان کے لیے کی ہے۔ اللہ ان پر غصب ناک ہو گیا ہے اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ اور نبی اور اس چیز کو مانے والے ہوتے جو نبی پر نازل ہوئی تھی تو کافروں کو بنا پار فیق نہ بناتے، مگر ان میں سے تو بیش تر لوگ اللہ کی اطاعت سے نکل چکے ہیں۔ (المائدۃ: ۸۷-۸۱)

خود اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے کفر اور نقض عهد کی وجہ سے اپنی جانب سے بھی ان پر لعنت فرمائی ہے: اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ (البقرۃ: ۸۸)

پھر یہ ان کا اپنے عہد کو قوڑا الناتھا جس کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی ہے۔ (المائدۃ: ۱۳)

ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود بھی کسی پر لعنت کر دے تو پھر اس کی تباہی و بر بادی اس حال میں ہو گی کہ کوئی اس کا حامی و ناصر نہیں ہو سکتا:

ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ (اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کر دے) پھر اس کا تم کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔ (النساء: ۵۲)

بنی اسرائیل صرف لعنت زدہ ہو کر ہی نہ رہے بلکہ غضب بالائے غضب کے مستحق قرار پائے، جس کا نتیجہ سخت ذلت آمیز سزا مقرر ہے:

لہذا، اب یہ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے ہیں اور ایسے کافروں کے لیے سخت ذلت آمیز سزا مقرر ہے۔ (البقرۃ: ۹۰)

اور صرف یہی نہیں کہ بنی اسرائیل پر لعنت کی گئی اور وہ غضب و عذاب الہی میں گھر گئے بلکہ ان کا شیرازہ بکھر گیا، وہ فرقوں اور ٹولیوں میں بانت دیے گئے اور آپس میں اختلافات کے شکار ہو کر رہ گئے، یہاں تک کہ عالمی برتری و فضیلت اور امامت و سیادت کی نعمت بھی ان سے چھین لی گئی اور ذلت و خواری اور پستی و بدحالی ہمیشہ کے لیے ان پر مسلط کر دی گئی۔ یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ یا انسانوں کے ذمہ میں انھیں پناہ مل گئی ہو جس کے نتیجے میں وقتی طور پر مصائب و آلام سے انھیں راحت میسراً گئی ہو:

یہ جہاں کہیں بھی پائے گئے ان پر ذلت کی مارہی پڑی، کہیں اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے۔ یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں، ان پر محتجاجی و مغلوبی مسلط کر دی گئی ہے۔ (آل عمران: ۱۱۲)

✿ صرف یہی نہیں کہ وہ دنیا پرست ہو گئے اور دونوں ہاتھوں سے اسے سیئنے میں لگ گئے بلکہ انھوں نے جب اور طاغوت کو بھی ماننا شروع کر دیا اور کافروں کو صحیح راہ کا حامل قرار دینے لگے: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنمیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ جب اور طاغوت کو مانے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔ (النساء: ۵۱)

جب، جادو، کہانت، فال گیری، ٹونے ٹوٹکے، شگون، مہورت وغیرہ وہی اور خیالی باقتوں کو کہتے ہیں اور طاغوت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت سے منہ موڑ کر اور اللہ کے احکام و ہدایات کی حدود سے تجاوز کر کے خود ہی آقائی اور خداوندی کے دعوے دار ہو جاتے ہیں اور خدا کے بندوں سے اپنی عبادت و اطاعت کرانے لگتے ہیں۔ یہ طاغوت افراد بھی ہوتے ہیں اور ان کی مختلف اجتماعی شکلیں اور نظمات سیاست و حکومت اور معیشت و معاشرت بھی:

✿ جب کو مانے اور طاغوت کی عبادت و اطاعت کے ساتھ ہی ساتھ اپنے علماء اور مشائخ کو بھی انھوں نے اپنارب بنا دالا اور حضرت عیسیٰ کو الوہیت کا مقام بخش دیا:

انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنارب بنا لیا ہے اور اسی طرح مجھ این مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک الہ واحد کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ جس کے سوا کوئی النہیں ہے، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باقتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ (آل التوبۃ: ۳۱)

✿ حد تو یہ ہے کہ وہ نبیوں کو ناحق قتل کرنے کا ارتکاب تک کرنے لگے اور وہ ہر اس شخص کی

جان کے درپے ہو گئے جو عدل و انصاف اور حق و راستی کی دعوت دیتا: جو لوگ اللہ کے احکام و ہدایات کے مانے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کے درپے ہو جاتے ہیں جو علی خدا میں سے عدل و راستی کا حکم دینے کے لیے اٹھیں ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ (آل عمران: ۲۱)

یہ ہے ان کے سیاہ کرتوں کی ایک ہلکی سی جھلک جن کے نتیجے میں وہ لعنت کے مستحق قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا کر دیے گئے:

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤ دار عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیوں کہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو برے افعال سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ براطِ عمل تھا جو انھوں نے اختیار کیا۔ آج تم ان

کتاب کے ذریعہ پوری پوری رہنمائی نہیں مل سکتی تھی۔ اور امت مسلمہ کے پاس آج بھی اللہ کی کتاب من و عن اسی حالت میں موجود ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھی۔ اس لیے بنی اسرائیل کے مقابلے میں امت مسلمہ کو زیادہ سخت سزا میں بھی مقیر رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے مقابلے میں اس امت کے افراد خود ہی اپنے آپ کو اس کا زیادہ مستحق بھی بناتے رہے ہیں۔



اور یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ ”وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے۔“ یقیناً تیربارب سزادینے میں بھی تیز دست ہے اور یقیناً وہ درگزر کرنے والا اور حرم سے بھی کام لینے والا ہے (اگر وہ توبہ کر لیں اور راہ راست پر آ جائیں)۔ (الاعراف: ۱۶۷)

بنی اسرائیل کے حالات و کیفیات اور رویے کو سابقہ قوموں کے مقابلے میں قدرے تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کی کئی وجہات ہیں۔ ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل سے قبل کی قومیں اپنے کرتوں کے نتیجے میں صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں اور بنی اسرائیل پر بھی گوکہ عذاب کا کوڑا بر سایا جاتا رہا ہے لیکن بحیثیت قوم اس کا خاتمہ نہیں کیا گیا، بلکہ آج بھی نہ صرف ان کا وجود برقرار ہے بلکہ ساری دنیا پر انہوں نے اپنا طاغوتی شکنجه کس رکھا ہے، جس سے دنیا کی تمام قومیں کراہ رہی ہیں اور مسلمانوں کا تو عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ دوسرا بڑی وجہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی تفصیلی تاریخ سے امت مسلمہ سبق لے۔ تیسرا بڑی وجہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو امامتِ عالم کے منصب سے معزول کرنے کے بعد ان کی جگہ پر امت مسلمہ کو اس منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا ہے۔ چوتھی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ بنی اسرائیل کے پردے میں دراصل امت مسلمہ کے حالات و کیفیات اور رویے کی نشان دہی ہے جو خیر القرون کے گزر جانے کے معا بعد بڑی سرعت کے ساتھ امت مسلمہ ان براہیوں اور بیماریوں کا شکار ہوتی چلی گئی۔ بنی اسرائیل کی وہ کون سی خرابی، کچھ فکری، بے راہ روی اور فشق و فجور ہے جو امت مسلمہ میں درنہیں آئے ہیں اور ان کا کون ساطر یقہ اور معاملہ ہے جسے مسلمانوں نے اختیار نہیں کر رکھا ہے، بلکہ صاف محسوس کیا جا سکتا ہے کہ یہ امت انفرادی اور اجتماعی دونوں ہی حیثیتوں سے بنی اسرائیل کے ذیل میں بیان کر دہ حالات و کیفیات اور رویے سے بھی ایک قدم آگے بڑھ چکی ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل ہی کی طرح ذلت و خواری، پسقی و بدحالی، نسل کشی اور آبروریزی کے دن بھی دیکھتی رہی ہے، بلکہ ان سے بھی بڑھ کر، جیسا کہ آگے جا کر اس کی تفصیلات پیش کی جائیں گی۔ ایسا اس لیے بھی ہوتا رہا ہے کہ جس وقت قرآن میں بنی اسرائیل کا تذکرہ کیا جا رہا تھا، اس وقت ان کے پاس کتاب اللہ ان کے پیش روؤں کے دست بر دے محفوظ نہیں رہ گئی تھی بلکہ بہت کچھ ترمیم و تنتخ، تصریف و تحریف اور حذف و اضافہ کی نذر ہو چکی تھی۔ چنانچہ ان کو ان کی اپنی

لوگوں میں جو ترقہ ہوا وہ اس کے بعد ہوا کہ ان کے پاس علم آپ کا تھا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ (الشوریٰ: ۱۲-۱۳)

اور پھر شریعت تفویض کرتے ہوئے سابقہ قوموں کی طرح امت مسلمہ کو بھی ہوشیار اور محتاط کر دیا گیا تا کہ وہ سابقہ قوموں کے انعام سے سبق لیتے ہوئے اس عظیم ذمہ داری کو مکاحقہ نہ ہائے: اب ان (سابقہ قوموں) کے بعد ہم نے تم کو زمین میں ان کی جگہ دی ہے، تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (یونس: ۱۲)

چنانچہ اسی دینِ حق اور نظامِ حیات کے قیام کی ذمہ داری مفصل احکام و ہدایات کے ساتھ امت مسلمہ کو بخشنی گئی اور انھیں امامت و سیادت کے منصب پر فائز کیا گیا: اس کے بعد ہم نے تم کو دین کے معاملے میں ایک صاف اور واضح شریعت (نظام و طریق زندگی) پر قائم کیا ہے۔ لہذا تم اسی پر چلوا اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔ (الباجیہ: ۱۸)

ساتھ ہی ان مؤمنین صالحین سے یہ وعدہ بھی فرمایا گیا کہ وہ انھیں زمین میں اسی طرح خلافت بخشنے گا جس طرح ان سے قبل کے لوگوں کو بخشتھا اور اس دینِ رحمت و برکت سے فیضیاب ہونے کے موقع فراہم فرمائے گا، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مطیع فرمان بن کر رہیں اور کفر و شرک سے باز رہیں:

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لا نہیں اور صالح عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس وہ میری عبادت و اطاعت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی اوج فاسق ہیں۔ (النور: ۵۵)

غرض کرامت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے کامل دینِ حق اور نظامِ زندگی عنایت فرمادیا اور اپنی تمام نعمتیں بخش دیں:

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے نظامِ زندگی کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ (المائدۃ: ۳)

نبی آخر الزماں حضرت محمدؐ اور امت مسلمہ

بالآخر سرورِ کونین رحمۃ للعلیین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تمام نعمتوں --- حکم، علم، فرقان، روشنی اور ذکر کی شکل میں روشن دلیلیوں، نشانیوں اور ہدایتوں --- کے ساتھ مجموعہ فرمایا اور وہ لوہا بھی نازل فرمایا جس میں بڑا ذراور قوت نافذہ ہوتا ہے تاکہ تمام ادیان باطل کو منہدم کیا جاسکے اور بلا رور عایت طاغوت اور طاغوتی نظمات کے حاملین کے زور کو توڑا جاسکے اور انھیں سرنگوں ہونے پر مجرور کیا جاسکے:

وَهُنَّ اللَّهُمَّ هُنَّ بْنُ رَسُولِكَ (حضرت محمدؐ) كو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان (باطل اور طاغوتی مذاہب) پر غالب کر دے، خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ (النوبۃ: ۳۳)

اس حقیقت کی قدمیق کے لیے محض اللہ تعالیٰ ہی کی گواہی کافی ہے، نہ اس میں کسی قیل و قال کی گنجائش ہے اور نہ ہی دلیل و موجبہ کی ضرورت:

وَهُنَّ اللَّهُمَّ هُنَّ بْنُ رَسُولِكَ (حضرت محمدؐ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سارے ادیان (باطل اور طاغوتی مذاہب) پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ (النوبۃ: ۲۸)

یہ وہی ابدی اور سرمدی نعمتیں ہیں جنہیں اس سے قلِ تمام انبیاء لے کر مجموعہ ہوتے رہے ہیں: اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوع کو کو دیا تھا اور جسے عیسیٰ کو تمہاری طرف ہم نے وہی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دے چکے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کر واہ دین کو اور اس میں متفق نہ ہو جاؤ۔ یہی بات ان مشرکین کو ختن ناگوار ہوتی ہے جس کی طرف تم انھیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا بنا لیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

توم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو۔ (النساء: ۶۷)

دین اللہ اور نظامِ حق کے قیام و استحکام ہی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث کیے جاتے رہے۔ انبیاء کرام نے ان ہی کوششوں میں اپنی حیات عزیز صرف کیں، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس نظامِ حق کو مکمل اور احسن طور غالب اور نافذ کر دیا گیا اور تمام ادیان باطل کی کمر توڑ دی گئی اور انھیں منہدم کر کے ذمیں بوس کر دیا گیا:
اور اعلان کردہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا (اس لیے کہ) باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔
(بی اسرائیل: ۸۱)

اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے فرمانوں سے حق کر دکھاتا ہے۔ (الشوری: ۲۳)
اور معاشرے کو اس طرح کامن و امان، راحت و سکون، حق و انصاف اور نعمت و خوش حالی میسر آگئی کہ ایک شخص صنعا سے حضرموت تک ہاتھوں میں سونا اچھا تما ہوا چلا جاتا ہے لیکن اسے کسی طرح کا خوف و خدش نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ان پر سایہ فیگن ہو گئیں اور زندگیاں اپنے فطری اور حقیقی حسن و رعنایوں سے معمور ہو گئیں:
پھر اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت میں بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی تیک عمل لوگ پسند ہیں۔ (آل عمران: ۱۳۸)

ان نعمتوں اور برکتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جو حق در جو حق دین اللہ کو قبول کرنے لگے اور دیکھتے دیکھتے سارا عرب حق آشنا ہو گیا:

اور تم دیکھ لو کہ لوگ فوجِ در فوجِ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ (النصر: ۲)
اس طرح جب مسلمانوں نے آنحضرت کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ شرطوں کے مطابق اپنی زندگیاں استوار کر لیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا وعدہ پورا فرمادیا۔ آنحضرت کے ہاتھوں نہایت ہی قلیل مدت میں نظامِ حق کو غالب فرمادیا۔ پورے سر زمین عرب میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ قیصر و کسری سرگاؤں ہو گئے۔ طاغوتی نظماتِ زندگی نے اپنے اثرات کھونے شروع کر دیے۔ اسلام کی تھانیت چار دنگ عالم میں اجاگر ہو گئی۔ ہر طرف سے لوگ دینِ حق کی پناہ میں آ کر اس کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفیض ہونے لگے۔ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آ گیا جہاں صبر و سکون، امن و آشتی، عدل و انصاف، اخوت و مساوات، حسن اخلاق و کردار، ہم دردی و غم گساری کا عمل خل ہو گیا۔ لوگوں کی جان و مال، عزت و آبرو، حقوق و احتیاجات کا ہر کوئی پاس و حلاظ باشد۔ ظالم میں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و ناصر پیدا کر دے۔ (النساء: ۵)

حامیں نظامِ حق کی ذمہ داریاں

دینِ حق کے تبعین پر اس نظامِ حق کی پوری پوری اطاعت کے ساتھ ساتھ اسے حتی الامکان پورے عالم انسانیت پر قائم اور نافذ کرنا بھی فرض قرار دیا گیا ہے تاکہ دنیا سے ظلم و نا انصافی ختم کی جاسکے اور اس کی جگہ عدل و قسط کا نظام رانج ہو سکے، لوگوں کی گردنیں شیطانوں اور طاغوتی عناصر کے چنگل سے چھڑائی جاسکیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی آزادانہ، منصفانہ اور پر امن ماحول اور معاشرے میں خوش حال زندگی گزارنے کے موقع فراہم ہو سکیں، ان کے حقوق کی پامالی سے ان کو حفاظت رکھا جاسکے، افراد اور معاشرے کو فتنہ و فساد کی مضرتوں سے مامون رکھا جاسکے اور ان کے اندر صلاح و فلاح پروان چڑھ سکے، حتیٰ کہ ان میں سے جو کوئی بھی شخص اس دین اللہ کو اختیار کرنا چاہے، اس کا قبول کرنا اور اس پر گامزن ہونا ممکن اور آسان ہو سکے:
اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی بنتگی نہیں رکھی ہے۔ (اعج: ۸)

یہ کتم قائم کرو اس دین کو اور اس میں مفترق نہ ہو جاوے۔ (الشوری: ۱۳)

اور (اے ایمان والو!) تم ان (ظالم قتّرے گروں) سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔ (البقرۃ: ۱۹۳)

جنگ کرو ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، اسے حرام نہیں کرتے اور دینِ حق کو پانادین نہیں بناتے۔ (ان سے لڑتے رہو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر ہیں۔ (التوبۃ: ۲۹)
پھر اس دینِ حق کے تبعین سے بھی عہد لے لیا گیا اور عہد کی یاد دہانی کراتے ہوئے اس پر قائم رہنے کی سخت تاکید کر دی گئی:

اللہ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے اس کا خیال رکھو اور اس پختہ عہد و بیان کو نہ بھولو جو اس نے تم سے لیا ہے۔ یعنی تمہارا یہ کہنا کہ ہم نے سن اور اطاعت قبول کی۔ اللہ سے ڈرو، اللہ دلوں کے راز تک جانتا ہے۔ (المائدۃ: ۷)

آخر کیا جب ہے کتم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبایے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ ”اے ہمارے رب! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشد۔ ظالم میں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و ناصر پیدا کر دے۔ (النساء: ۵)

نظام عالم اور امت مسلمہ

اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے سامنے روشن کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاسکو۔ (آل عمران: ۱۰۲-۱۰۳)

اور (اے ایمان والو!) اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کرو، آپس میں جھگڑوں نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (الانفال: ۳۶)

صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس میں افتراق، اختلاف، بڑائی جھگڑے اور خون خرابے سے سختی سے منع فرمایا بلکہ ایک مومن کے ہاتھوں ایک مومن کے قتل کو اس قدر قیچ فعل اور اتنا بڑا ظلم قرار دیا کہ یہ قاتل کو ہمیشگی کے لیے جہنم میں پہنچا دینے کے لیے کافی ہے، جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے غصب، لعنت اور سخت عذاب میں گھرا ہو گا۔ چنانچہ فیصلہ بھی سنادیا گیا کہ ایک مومن کسی مومن کو قتل کرے ایسا ہو، ہی نہیں سکتا، الیکہ کہ اس پر حد واجب ہو یا خطأ ہو جائے: کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دوسرے مومن کو قتل کرے، الیکہ کہ اس سے خطأ ہو جائے۔ اور وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ بیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غصب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر کرھا ہے۔ (النساء: ۹۲-۹۳)

آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تنبیہ فرمائی تھی کہ ”میرے بعد تم آپس میں تفرقے میں نہ پڑ جانا اور ایک دوسرے کا خون ہبہ کر کا فرنہ ہو جانا：“

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم جتنے الوداع کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اس وقت آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ جتنے الوداع کے لیا معمن ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کی شایانی کی..... (اوکہا) ”دیکھو تمہاری خرابی یا تم پر افسوس! تم یوں نہ کرنا کہ میرے بعد اسلام سے پھر کر کافر ہو جاؤ اور تم آپس میں ایک دوسرے کی گرد نیں مارنے لگو۔“

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۷۷، حجۃ الوداع، کتاب الفتنه، باب ۸ قول النبی ﷺ لا ترجعوا بعدى كفارا يضرب بعضكم رقب بعض، صحيح مسلم، کتاب الإيمان، باب ۲۸، بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق و قتاله کفر،

کرنے لگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے توسط سے دین حق اور نظامِ سلیم کے حاملین کو اس نعمت بے بہا کے حاصل ہو جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے، اس کی تحریم و تسبیح کرنے اور اپنے حق میں مغفرت کی دعا کرنے کا حکم دے دیا:

جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہو جائے اور تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو۔ (انصر: ۳-۴)

امت وسط / انتباہ

نظام حق کی ان رحمتوں، برکتوں اور نعمتوں سے مستفیض ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں پر اقوام عالم کی امامت و سیادت اور خلافت و رہنمائی کی ذمہ داری بھی تفویض کی گئی اور ان کی حیثیت امت وسط قرار دی گئی:

اور اس طرح ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو۔ (البقرة: ۱۲۳)

یعنی ایک ایسی اعلیٰ اور اشرف امت بنائی گئی جو عدل و انصاف، حق و راستی، اخوت و مساوات اور اخلاق و اخلاص کی روشن پرخود بھی قائم ہو اور دنیا کی تمام قوموں کے درمیان بھی توسط و صدارت کے فرائض انجام دیں، جن کا تعلق سب کے ساتھ حق و راستی کا ہو اور ناحق اور ناروا تعلقات سے دور رہتی ہو اور اقوام عالم پر رب العالمین کے احکام اور مرضیات کے نفاذ کی ذمہ داری جن پر عائد ہوتی ہو۔

اسی کے ساتھ اس تعلق سے بھی انھیں صاف ہدایت فرمادی گئی تھی کہ امت وسط کے تمام افراد با ہم مربوط اور متعدد ہو کر اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہدایات کو مضبوطی سے تھام لیں اور آپس کے اختلاف و افتراق سے بچیں اور مسلکوں، جماعتوں، تنظیموں اور برادریوں میں نہ بٹ جائیں اور ہر حال میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں:

اے لوگو جو یمان لائے ہو! اللہ سے ڈر جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کتم مسلم ہو۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے

۱۲۱، و عن سلمة باب ايضاً حديث نمبر ۱۲۲، و عن أبي موسى اشعری باب ايضاً حديث نمبر ۱۲۳، سنن النسائي، كتاب تحريم الدم، باب ۲۷، قتال المسلمين، حديث نمبر ۲۱۰۲، جامع الترمذی، كتاب الحدود، باب ۲۲، باب ما جاء في من شهر السلاح، حديث نمبر ۱۲۵۹، سنن ابن ماجحة، كتاب الحدود، باب ۱۹، من شهر السلاح، حديث نمبر ۲۵۷۶، وعن أبي هريرة حديث نمبر ۲۵۷۵، وعن أبي موسى الاشعری، حديث نمبر ۲۵۷۷ (۲۵۷۷)

حضرت ابی بکرؓ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ سنایا..... آپؐ نے فرمایا: ”اے اللہ تو گواہ رہنا“ پھر فرمایا: ”جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری بات ان لوگوں کو پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔ اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس کو کوئی بات پہنچائی جاتی ہے وہ اس بات کے سنتے والے سے زیادہ اس کو یاد رکھتا ہے۔“ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہوا۔ آپؐ نے یہ کہ فرمایا: ”دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گرد نیں مار کر کافرنہ ہو جانا۔“

(صحیح البخاری، كتاب الفتن، باب ۸، قول النبي ﷺ لا ترجعوا بعدی کفاراً بضرب بعضكم رقاب بعض وغيره)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ایک دوسرے کی گرد نیں مار کر کافرنہ ہو جانا۔

(صحیح البخاری، كتاب الفتن، باب ۸، قول النبي ﷺ لا ترجعوا بعدی کفاراً بضرب بعضكم رقاب بعض وغيره)

ابودرداءؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، وہ فرماتے ہیں: ”هرگناہ کی یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو خش دے گا مگر جو شرک کی حالت میں مرے یا مؤمن کو قصد اقتل کرے۔“

(سنن ابی داؤد، كتاب الفتن والملاحم، باب ۲ فی تعظیم قتل المؤمن، حديث ۳۲۷۰)
عبداللہ (بن مسعود) نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان کو برا کہنا، گالی دینا فتن ہے اور اس کا قتل کرنا کفر ہے۔“

(صحیح البخاری، كتاب الفتن، باب ۸، قول النبي ﷺ لا ترجعوا بعدی کفاراً بضرب بعضكم رقاب بعض، صحيح مسلم، كتاب الایمان، باب ۲۸، بیان قول النبي ﷺ سباب المسلمين فسوق و قتاله کفر، حديث نمبر ۱۲۱، سنن النسائي، كتاب تحريم

حدیث ۱۱۲، باب ۲۹ بیان معنی قول النبي ﷺ لا ترجعوا بعدی کفاراً بضرب بعضکم رقاب بعض، حديث ۱۱۸، كتاب الفتن و اشراط الساعة، باب ۵ هلاک هذه الامة بعضهم بعض عن ثوبان، ابو داؤد، كتاب السنۃ باب ۱۵ حدیث ۳۲۸۶ عن عبد الله بن عمر، سنن النسائي، كتاب التحریم الدم، باب ۲۹، حدیث ۳۲۹۱۲۲ تا ۳۲۹۱۲۹ سنن ابن ماجحة، كتاب الفتن، باب ۵، لا ترجعوا بعدی کفاراً بضرب بعضکم رقاب بعض، حدیث ۳۹۲۲ عن ابن عبد الله، حدیث ۳۹۲۳ عن عبد الله بن عمر، سنن الدارمي، كتاب المناسب، باب ۲۷، في حرمة المسلم، عن جریر بن عبد الله)

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جریر (ابن عبد اللہ بن عاصی) سے فرمایا: ”لوگوں کو خاموش کرو“ پھر فرمایا: ”لوگوں کو خاموش کرو“ میرے بعد ایسا نہ کرنا کہ ایک دوسرے کی گردان مار کر کافرنہ ہو جانا۔“

(صحیح البخاری، كتاب المغازی، باب ۷، حجۃ الوداع، كتاب الایمان، باب ۲، قول الله تعالى و من احیاها، كتاب الفتن، باب ۸، قول النبي ﷺ لا ترجعوا بعدی کفاراً بضرب بعضکم رقاب بعض، سنن ابن ماجحة، كتاب الفتن، باب ۵، لا ترجعوا بعدی کفاراً بضرب بعضکم رقاب بعض، حدیث ۳۹۲۳، ۳۹۲۲)

ابو بکرؓ بن عاصی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اور دیکھو تم کو ایک دن ضرور اپنے رب کے پاس جانا ہے اور وہ ضرور تمہارے اعمال کی باز پس کرے گا تو کہیں ایسا نہ کرنا کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گرد نیں مار کر گمراہ ہو جاؤ۔“

(صحیح البخاری، كتاب المغازی، باب ۷، حجۃ الوداع)
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کہیں ایسا نہ کرنا کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردان مار کر گمراہ ہو جاؤ۔“

(صحیح البخاری، كتاب الایمان، باب ۲، قول الله تعالى و من احیاها)
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ”شخص ہم (مسلمانوں) پر تلوار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ (یعنی مسلمان نہیں ہے)۔ اس حدیث کو ابو موسی اشعری نے کہی آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری، كتاب الایمان، باب ۲، قول الله تعالى و من احیاها، كتاب الفتن، باب ۷ قول النبي ﷺ من حمل علينا السلاح فليس منا، صحيح مسلم، كتاب الایمان، باب ۲۲، قول النبي ﷺ من حمل علينا السلاح فليس منا، حدیث نمبر

فیصلہ کر دے تو پھر اسے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔ (الاحزاب: ۳۶)

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ حکمنہ کریں وہی کافر ہیں۔ (المائدۃ: ۹۲)

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ حکمنہ کریں وہی ظالم ہیں۔ (المائدۃ: ۹۵)

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ حکمنہ کریں وہی فاسق ہیں۔ (المائدۃ: ۹۷)

اس طرح مذکورہ شرطوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کرنے والے مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انھیں زمین میں اقتدار اور امت بخشے گا اور ان کے لیے اپنے پسندیدہ دین حق کو بھی مضبوط بنیادوں پر قائم فرمادے گا:

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لا یں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنانے کا ہے۔ ان کے لیے ان کے دین (اللہ کے قائم کردہ نظام زندگی) کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔ اور ان کی حالت خوف کو ان سے بدل دے گا۔ بس وہ میری عبادت و اطاعت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد گفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ (النور: ۵۵)

اور اگر وہ ان ہدایات سے روگروانی کریں گے اور کفر ان نعمت کے مرتكب ہوں گے تو انھیں بھی اسی طرح کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا جس طرح بنی اسرائیل دوچار ہوتے ہیں اور مضبوط و ضایین قرار دیے گئے ہیں اور طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہوتے رہے ہیں:

بنی اسرائیل سے پوچھو، کیسی کھلی کھلی نشانیاں ہم نے انھیں دکھائیں۔ (اور پھر یہی ان ہی سے پوچھلوک) اللہ کی نعمت پانے کے بعد جو قوم اس کوشقاوتوں سے بدل دیتی ہے، اسے اللہ تعالیٰ کیسی نعمت سزا دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۱)

پھر لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں بلکہ نکٹرے کر لیے۔ ہرگروہ کے پاس جو کچھ ہے، اسی میں وہ مگن ہے۔۔۔ اچھا تو چھوڑو انھیں، ڈوبے رہیں اپنی غفلت میں ایک وقت خاص تک۔

(المومنون: ۵۲-۵۳)

پھر اس نظامِ حق کے تبعین کو اس نظامِ حق کو قائم و دائم رکھنے کی لیے واضح طور پر خبردار کر دیا گیا کہ وہ اپنی پیش رو قوم بنی اسرائیل سے سبق لیں اور اللہ تعالیٰ کی بخششی ہوئی نعمتوں کی خاطر خواہ قدر کریں اور اپنی ذمہ داریوں کو بخسن و خوبی انجام دیں:

الدم، باب ا، حدیث نمبر ۳۹۸۲ (راوی اور الفاظ کے فرق کے ساتھ) جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ۱۵، ما جاءہ سباب المسلم فسوق، حدیث نمبر ۲۲۳۵، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ۲، سباب المسلم فسوق وقتلہ کفر، حدیث نمبر ۳۹۳۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱ (۳۹۳۱)

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ بھی سخت تاکید کی گئی تھی کہ وہ مسلمانوں کے علاوہ کسی سے دوستی کا پیغام نہ بڑھا یہیں، انھیں اپناراز دارسہ بنائیں، نہ قوان سے کسی قسم کی امیدیں وابستہ رکھیں اور نہ ہی انھیں اپنا معاون اور پشت پناہ بنائیں۔ اس لیے کہ ان کی رفاقت و معاونت دھوکے کا سبب ہی ثابت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا نہ ہو سکا وہ کسی اور کا کیوں کرہ سکتا ہے:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی جماعت کے لوگوں کے سواد و سروں کو اپناراز دارسہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے، تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محظوظ ہے۔ ان کے دل کا بخش ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بھی شدیدتر ہے۔ ہم نے تمہیں صاف ہدایات دے دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو تو تم ان سے اپنا بیت اور رفاقت کا تعلق ہرگز نہیں رکھو گے۔ (آل عمران: ۱۱۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کے اشاروں پر چلو گے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو وہ تم کو الٹا پھیر لے جائیں گے اور تم نامراد ہو جاؤ گے۔ (آل عمران: ۱۳۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو جھوڑ کر فروع (اور منافقوں) کو اپنارفتیق، معاون اور پشت پناہ نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف صریح جدت دے دو۔ (النساء: ۱۴۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنارفتیق، معاون اور پشت پناہ نہ بناؤ۔ یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفتیق، مددگار اور نگاہیاں ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا ولی بناتا ہے تو اس کا شماتہ بھی پھر ان ہی میں ہے۔ یقیناً اللہ ناظم المومنوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ (المائدۃ: ۵۱)

اور مسلمانوں کو زندگی کے جملہ امور و معاملات میں خواہ ان کا تعلق انفرادی معاملے سے ہو کہ اجتماعی امور سے، سیاست سے ہو کہ سیادت سے، معیشت سے ہو کہ معاشرت سے اور تعلیم سے ہو کہ تمدن سے ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فصلے اور احکام کی بہر حال اور بہر صورت بے چوں و چراقوبل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید کر دی گئی ہے اور ان کی خلاف ورزی کو صریح گمراہی، کفر، ظلم اور فسق قرار دیا گیا ہے:

کسی مومن مردا و مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا

ان طالموں سے انھیں جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، جنہوں نے مظلوم اور بے بس مردوں، عورتوں، بچوں اور بیویوں کو یغماں بنا رکھا تھا اور ان کا عرصہ حیات تنگ کر کے رکھ دیا تھا، جس کے نتیجے میں وہ طالموں کی بستی سے نجات پانے کی دعا میں مانگا کرتے تھے۔ لیکن طالموں سے ان مظلوموں کی گردیں چھڑانے کے بجائے وہ خود ہی طالم بن بیٹھے اور ائمہ مسلمانوں میں سے بھی لوگوں کو بے بس اور مجبور محض بنا کر رکھ دینے میں اپنی قوتیں صرف کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، اور آخرت سے بے پرواہ ہو گئے۔ انھیں یاد رہا کہ اللہ تعالیٰ کی کپڑی بڑی سخت ہے۔ دنیا میں بھی جب ان پر عذاب آئے گا تو انھیں کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔

وہ تفرقے میں پڑ گئے اور آپسی نژادات کے شکار ہو کر رہ گئے۔ عقیدہ و مسلک، قبیلہ و علاقہ اور سیاسی طالع آزمائیوں کی بنیادوں پر گروہ در گروہ تقسیم ہونے شروع ہو گئے۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہ گروہ در گروہ تقسیم ہو کر پارہ پارہ ہو گئے بلکہ آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے اور کشت و خون کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر ڈالا۔ حالاں کہ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ سبھی مل کر اللہ کی رسمی کمپبیوٹھام لیں اور فرقہ بندیوں کے شکار ہوں اور آپس میں لڑیں نہیں۔ ایک مومن کا خون بہانا کفر قرار دیا گیا تھا اور یہیشگی کے جہنم کی وعید بھی سنادی گئی تھی۔

مسلمانوں ہی میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ کے خلاف غیروں، کافروں اور اسلام دشمن عناصر سے معاونت اور پشت پناہی چاہئے لگا اور ان سے رفاقت اور روابط کو مقدم قرار دیا۔ چنانچہ وہ بھی انھیں الٹا پھیر لے گئے اور انھیں ان تمام عقائدی، فکری اور عملی خرابیوں اور نجاستوں میں بتلا کر چھوڑا جن میں وہ خود بتلاتھے، حتیٰ کہ کفر و شرک، الحاد و دہریت اور فسق و فجور کے عینی غار میں گر کر رہ گئے۔ ظاہر ہے کہ اسلام دشمن عناصر کا مقصد وحید بھی یہی رہا ہے، جس سے اللہ اور اس کے رسول نے مسلمانوں کو کما حقہ خبردار کر دیا تھا۔

اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کو قبول کرنے، انھیں اپنی زندگی میں درلانے اور نظام زندگی کی حیثیت سے انھیں نافذ اور غالب کرنے کے بجائے وہ اپنی من مانی کرنے لگے، جس خون کو اللہ نے حرام ٹھیک رایا تھا اسے حلال کر ڈالا، جس مال پر اللہ کے مسْتَحْقِب بندوں کا حق تھا، اس کو اپنے عیش و عشرت کے لیے غصب کر لیا۔ اللہ کے بندوں سے حق مال وصول کر کے اسے اپنی حکمرانی اور تسلط کے قیام و بقا کے لیے بے دریغ اٹانا شروع کر دیا۔ اللہ کے بندوں کی ہر طرح کی آزادیاں

اور (تم سے قبل) بنی اسرائیل کو ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی، ان کو ہم نے پاکیزہ اور عمدہ سامان زیست سے نوازا تھا اور دنیا بھر کے لوگوں پر ان کو ضمیلت عطا کی تھی اور دین کے معاملے میں انھیں صاف صاف واضح ہدایات دے دی تھیں، پھر جو اختلاف ان کے درمیان رونما ہوا وہ (ناداقیت کی وجہ سے نہیں بلکہ) علم آجائے کے بعد ہوا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے روزانہ معاملات کا فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد اب ہم نے تم کو دین کے معاملے میں ایک صاف شریعت پر قائم کیا ہے، لہذا تم اسی پر چلو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔ اللہ کے مقابلے میں وہ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔ خالم لوگ ایک دوسرے کے حاوی و ناصار اور ولی ہیں اور متفقین کا ولی اللہ ہے۔ یہ صیارت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لیے اور ہدایات اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں (کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت اور نظام زندگی ہی فی الحقیقت اصل ہیں اور انسانی فلاح و کامرانی کا ضامن دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)۔ (الجاہیۃ: ۱۶-۲۰)

مسلمانوں میں کفر و شرک، الحاد و دہریت اور فسق و فجور

اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے صاف صاف تاکید اور انتباہ کے باوجود مسلمانوں میں سے بہت جلد کیش تعداد ایسی اٹھتی چلی گئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہدایات اور تنیہات کو بالائے طاق رکھ دیا اور ان تمام خرابیوں اور خلاف ورزیوں کے مرتكب ہوتے چلے گئے جن سے انھیں سختی سے منع کیا گیا تھا اور ان تمام احکام و ہدایات سے روگردانی کرتے چلے گئے جن کا انھیں حکم دیا گیا تھا، جب کہ کلام الہی سے وہ بخوبی واقف تھے اور ان کی تلاوت بھی کرتے تھے، یہاں تک کہ اس تلاوت اور واقفیت کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

انھیں دین حق، نظامِ ربیانی، شریعت مطہرہ کے قیام و استکام کا حکم دیا گیا تھا اور آپس کے تفرقے سے انھیں سختی سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن ان سب کے باوجود وہ بہت جلد آپس میں متفرق ہو گئے اور نظامِ ربیانی کو انہوں نے بالائے طاق رکھ دیا اور ذاتی اور خاندانی حکمرانوں اور طاغتوں کو اللہ اور رسول کے مقابلے میں ترجیح دی، بلکہ ان کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر ڈالیں، جن کا انھیں مطلق حق نہ تھا۔ جس باطل و مٹا کر اس کی جگہ حق کو قائم اور مستحکم کیا گیا تھا، اسی باطل کو پھر سے نصب کر دیا گیا اور حق و انصاف اور عدل و مساوات کی جگہ ظلم و ناصافی، حق کشی و حق تلفی ان کا نصب لعین ہو کر رہ گیا۔

نظام عالم اور امت مسلمہ

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ۷، افتراق الامم، حدیث نمبر ۳۹۹۳)

حضرت ابو ہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری امت بھی قبل کی امتوں کی چال نہ چلے گی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ۔“ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل کی امتوں سے مراد کیا ایرانی اور رومی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”ان کے سوا اور کون۔“

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالسنة، باب ۱۲، قول النبی ﷺ لتبیع سنن من کان قبلکم)

مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ گئے مغضوب و ضالین یہود و نصاریٰ ہی کی طرح مسلمانوں میں سے ایک بڑا طبقہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے روگردانی کرنے لگا۔ دنیاوی لذات و عیش کی خاطر بہت تھوڑی قیمتیوں پر کلام الہی کو بچ ڈالنے میں لوگوں کو ذرا باک نہ ہونے لگا۔ ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی روا رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات سے وہ روگردانی کرنے لگے۔ کتمانِ حق کے مرتكب ہو گئے۔ امانت میں خیانت عام ہو گئی۔ وہ ناقص طریقے سے ایک دوسرے کامال کھانے لگے۔ یہود و نصاریٰ ہی کی طرح اپنے آپ کو اللہ کے چھیتے قرار دینے لگے اور انہیں ابناء اللہ (هم اللہ کی اولاد ہیں) کے دعوے کرنے لگے۔ جنت پر اپنا حق اور اپنی اجراء داری ثابت کرنے لگے۔ جبت اور طاغوت کو مانے لگے۔ مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرک، ملعون، فاسق اور کافر اقوام سے دوستی اور رحمائیت کا دم بھرنے لگے اور خود آقا و مالک بن کر لوگوں کو اپنا مطبع فرمان بنانے لگے اور عام لوگوں کے عرصہ حیات کو تباہ کرنے لگے۔ بنی اسرائیل ہی کی طرح ان میں بھی فریسی، اخبار اور رہبان پیدا ہونے لگے جن کی بے چوں و چرا اطاعت کی جانے لگی۔ ان میں سے ہر کسی نے اپنی اپنی ٹولیاں الگ کرنی شروع کر دیں۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی اس بہایت کو بھول گئے جس میں کہا گیا:

کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر کہیں اختلاف میں بیٹلا ہوئے۔ (آل عمران: ۱۰۵)

غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی اور وہ بھی بہت جلد۔ چنانچہ انہوں نے بھی اس طرح بنی اسرائیل ہی کی طرح غضب و عتاب الہی کو دعوت دے دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بہت جلد امامت و سیادت کے منصب جلیلہ سے معزول کر دیے گئے اور ذلت

نظام عالم اور امت مسلمہ

سلب کر لیں اور انہیں یہ غمال اور اپنی مرضی کا تابع بنایا کر رکھ دیا۔ انہیں اس قدر مسموم اور مجبور رکھا گیا کہ حق بات کہنے تک کا انہیں یارانہ رہا، کیوں کہ ادھر حق بات کا اظہار ہوا انہیں کہ ادھر سر دھڑ سے جدا کر دیا جاتا۔

انھیں یہود و نصاریٰ کی برا یوں، خرابیوں، سچ فکریوں، بد عقیدیوں، خوش گانیوں، بدعتوں، ضلالتوں، حرام خوریوں، حق تلفیوں، مفاد پرستیوں، دنیا پرستیوں اور آخرت فراموشیوں کی تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے ان منکرات سے بچنے کی سخت تاکید کر دی گئی تھی۔ اس کے باوجود بھی وہ یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر بے تحاشا چل پڑے اور ان کی تمام منکرات کو من و عن اپنالیا۔ حتیٰ کہ اپنی پانچ وقت کی نمازوں کی ہر رکعت میں مغضوب اور ضالین لوگوں کی راہوں سے بچنے کی دعا کرتے ہوئے بھی انہیں قوموں کی پوری پوری اقتدا کرنے لگے، اس حقیقت کے باوجود کہ یہود و نصاریٰ کے بعد کی نسلوں کو تو محرف شدہ کلام الہی ہاتھ لگا تھا جب کہ مسلمانوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کلام الہی من و عن تاہنوز موجود اور محفوظ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشان گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی جس میں انہوں نے کہا تھا:

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم ان لوگوں کے طریقوں پر بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ چل کر رہو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں گھیں تو تم بھی ان کے ساتھ گھس کر رہو گے۔“ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل کی امتوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پھر اور کون ہیں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالسنة، باب ۱۲، قول النبی ﷺ لتبیع سنن من کان قبلکم، کتاب الانبیاء، باب ۵۰ ما ذکر عن بنی اسرائیل، صحیح مسلم، کتاب العلم، باب ۳، اتباع سنن الیہود و النصاریٰ، حدیث نمبر ۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اپنے سے قتل کے لوگوں کی راہ قدم بقدم، دست بدست، اور بالشت بالشت چل کر رہو گے، یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی گھس کر رہو گے۔“ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! قبل کے لوگوں سے مراد کیا یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”پھر اور کون۔“

حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم برائی میں تھے پھر اللہ نے ہمیں بھلانی بھیشی۔ اور اب ہم اس بھلانی میں ہیں۔ کیا اب اس بھلانی کے بعد بھی کوئی برائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں“ میں نے کہا: پھر اس برائی کے بعد کوئی بھلانی بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں“ میں نے کہا: کیا اس بھلانی کے بعد پھر برائی بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں“۔ میں نے کہا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: ”میرے بعد وہ لوگ امام ہوں گے جو میری ہدایت پر نہ چلیں گے، میری سنت پر نہیں کریں گے اور ان میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے اور جسم میں آدمیوں کی طرح ہوں گے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ۱۳، وجوب ملازمه جماعة المسلمين عند ظهور الفتنة وفى كل حال، حدیث نمبر ۵۲)

☆☆☆

خواری اور پستی و بدحالی کے نزغے میں آگئے۔ ان پر مغلوبی اور محتاجی مسلط کر دی گئی۔ اور غیارہ چھار اطراف سے ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے بھوکے دستروخان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ سچ ہے کہ یہ سب کچھ ان کے اپنے کسب عمل کا نتیجہ تھا: اور جو کسی مصیبت تجوہ پر آتی ہے، وہ تیرے اپنے کسب عمل ہی کی بدولت آتی ہے۔

(النساء: ۹۷)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا، لوگ خود ہی اپنے اپر ظلم کرتے ہیں۔

(یونس: ۲۲)

بے شک اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

(الرعد: ۱۱)

یہ انحراف اور انحطاط کا دور بہت جلد آگیا۔ آنحضرتو صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کوئی کی تھی:

عمران بن حسینؑ کہتے ہیں: آنحضرتو صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت میں ہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جوان کے بعد ہیں (یعنی تابعین) پھر ان لوگوں کا جوان کے بعد ہیں (یعنی اتباع اتابعین)۔“ عمران کہتے ہیں کہ مجھ کو یاد نہیں کہ آنحضرتو صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے بعد دوزمانوں کا ذکر فرمایا تین کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کے بعد تو پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کی گواہ کوئی نہیں چاہے گا، لیکن وہ خواہ مخواہ گواہی دیں گے اور چوری کریں گے۔ ان پر کوئی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اور وہ منت مانیں گے لیکن منت پوری نہیں کریں گے اور حرام کھا کر خوب موئے ہوں گے۔“

(صحیح البخاری، کتاب اصحاب النبی، باب ا، فضائل اصحاب النبی ﷺ، کتاب الرفق،

باب ۷، ما بحدِ من زهرة الدنيا و الشناس فیها و غيره، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب ۵۲، فضل الصحابة، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، حدیث نمبر ۲۱۲

(چند الفاظ کی تبدیلیوں کے ساتھ) روایت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (چند الفاظ کی تبدیلیوں کے ساتھ) حدیث نمبر ۲۱۰، اور برداشت حضرت ابو ہریرہؓ (چند الفاظ کی تبدیلیوں کے ساتھ) حدیث نمبر ۲۱۳، سنن الترمذی، کتاب الفتنه، باب ۲۵، ما جاء في القرن الثالث، حدیث نمبر ۲۲۱،

كتاب الشهادات، باب ۲، حدیث نمبر ۲۳۰۲ وغیره، سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب ۲۷، کراہیۃ الشہادۃ لمن لم یتشهد، حدیث نمبر ۲۳۶۲، مسنند احمد ج ۱، ص

۳۷۸، ۳۱۷، ۳۲۲، ۳۲۸، ۳۲۳، ۳۱۰، ۳۲۹ وغیرہ)

جاہر بن عبد اللہؓ نے کہا: جو ان میں ایک شخص آیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس لوٹے تھے اور حضرت بالاؓ کے کپڑے میں کچھ چاندی تھی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے مٹھی میں لے لے کر لوگوں کو دیتے تھے۔ (یہ دیکھ کر) اس شخص نے کہا: عدل کرو اے محمد! آپ نے فرمایا: ”تم پر افسوس ہے، کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہ کروں اور تم تو بڑے بد نصیب اور خسروں والے ہو گئے اگر میں عدل نہ کروں۔“ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا: مجھے فرمائے یا رسول اللہؓ کہ میں اس منافق کو قتل کروں۔ آپؓ نے فرمایا: ”اللہ کی پناہ، لوگ کہیں گے کہ میں اپنے رفیقوں کو مارتا ہوں۔“ یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پر چھیس گے لیکن قرآن ان کے حلق سے یقینیں اترے گا اور قرآن سے یہ ایسا کل جائیں گے جیسے تیر شکار سے آپ ارنکل جاتا ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزکوة، باب ۷، ۳، ذکر الخوارج وصفاتهم، حدیث نمبر ۱۳۲، سنن ابن ماجہ، باب ۱۲، فی ذکر الخوارج، حدیث نمبر ۷۲ (پنداشۃ کفر کے ساتھ)۔

فتنه ارتاد

چنانچہ آنحضرت کے دور حیات میں منافقین، دل کی خرابیوں والے اور مدینے میں یہجان انگیز افواہیں پھیلانے والے تینوں ہی قسم کے گروہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ سخت دھمکیوں کے نتیجے میں اپنی حرکتوں اور ریشہ دوانیوں کو معطل کر کے زیریز میں ہو گئے۔ اس لیے کہ اس سخت تنبیہ کے بعد اب بھی وہ اپنی مذموم حرکتوں سے بازنہ آتے تو آنحضرت کے ہاتھوں ان کا صفعیا ہو جاتا۔ لہذا زیریز میں ہو کر وہ آنحضرت کے رحلت فرمانے کا انتظار کرنے لگے اور زیریز میں رہ کر ہی اپنی منصوبہ سازیوں میں مصروف رہے۔ البتہ جوں ہی آنحضرت اس دنیا سے رخصت ہوئے، وہ فوراً سطح زمین پر آگئے اور اپنی پُرفتن ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ ہر طرف سے ارتاد کی خبریں موصول ہوئی شروع ہو گئیں۔ ہر طرف لوگوں نے بغاوت اور سرکشی شروع کر دی۔ نو مسلم سرکشوں کو مسلمیہ اور طلبیہ وغیرہ جیسے منافقین کے ذمیں نے اپنی طرف جذب کرنے اور مالی عبادات کے علاوہ جسمانی عبادات میں بھی تخفیف کر کے اپنی اپنی نبوت کے منوانے کا موقع پایا۔ اس لیے مرتدین کے بکثرت گروہ بشكل وفاد مذمینہ میں آئے اور اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کی معافی چاہی۔ لیکن دربارِ خلافت سے ان کی درخواستیں یکسر رد کر دی گئیں اور پھر ان وفاد کے اپنے اپنے قبیلوں میں واپس جانے کے بعد تمام

مسلمانوں کی خونچکاں تاریخ

منافقین

مسلمانوں کے درمیان اٹھنے والے عظیم اور آپؓ کے خون خرابے کا ایک بہت بڑا سبب مسلمانوں کے درمیان چلے آرہے فتنہ جو اور فتنہ پرور منافقین کا گروہ ہے، جس کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہی سے چلا آ رہا تھا۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کی باضابطہ نشان دہی کر کے ایک طرح سے ان سے مسلمانوں کو باخبر بھی کر دیا گیا تھا تاکہ ان سے محاط رہا جاسکے:

اور اعراضیوں میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں جو راه خدمائیں کچھ خرچ کرتے ہیں تو اسے اپنے اوپر زبردستی کا جرم انہ سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں زمانہ کی گردشوں کا انتظار کر رہے ہیں (کہ کب موقع ہاتھ آئے اور یہ اس اطاعت سے یکسر منحرف ہو جائیں) حالانکہ بدی کا چکر خود ان ہی پر مسلط ہے اور اللہ سب کچھ سنت اور جانتا ہے۔ (التہیۃ: ۹۸)

ان کے علاوہ خود مذمینہ میں منافقوں کی کارستانيوں کا ذکر ہے:

اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ جو مذمینہ میں یہجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں، اپنی حرکتوں سے بازنہ آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تھمیں اٹھا کھڑا کریں گے۔ بھروسہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے۔ ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی، جہاں کہیں پائے جائیں گے کپڑے جائیں گے اور بربی طرح مارے جائیں گے۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملے میں پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ (الاحزاب: ۶۰-۶۲)

اور فتنہ و فساد برپا کرنے والوں میں سے وہ لوگ بھی تھے جن کی آئندہ نسلوں کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کرتے ہوئے پیشیں گوئی کی تھی۔ مثلاً ---

کے بنی کندہ اور قضاۓ پر حملے کے لیے حکم ہوا۔ چوتھا علم خالد بن سعید بن العاص کو دے کر ملک شام کی سرحدوں کے تمام قبائل کو درست کرنے کے لیے روانہ کیا گیا۔ پانچواں علم عمر بن العاص کو دے کر بنو قضاۓ کی طرف مرتدین کی سرکوبی کا حکم ہوا۔ چھٹا علم حذیفہ بن محسن کو دے کر عمان کی طرف بھیجا گیا۔ ساتواں علم عرفجہ بن ہرثمه کو پسرو دکر کے اہل مہرہ کی طرف جانے کا حکم دیا گیا۔ آٹھواں علم طریفہ بن عاجز کو دے کر بنو سیم اور بنی ہوازن کی خبر لینے کے لیے بھیجا گیا۔ نوواں علم سویڈ بن مقرن کو دے کر یمن روانہ کیا گیا۔ دسوواں علم علاء بن حضری کو بحرین کو درست کرنے کے لیے دیا گیا اور گیارہواں علم مہاجر بن امیہ کو دے کر صنعاۓ کی طرف بھیجا گیا۔

یہ تفصیلات اس لیے پیش کی گئی ہیں تا کہ اس بات کا اندازہ لگایا جاسکے کہ معاملہ کس قدر سنگین تھا اور چہار اطراف بغاوت و سرکشی، انکار اور ارتاد کے شاشانے کس قدر وسیع، عمیق اور ہمہ گیر تھے۔ مدینہ، مکہ اور طائف کو چھوڑ کر پوری مملکت اسلامیہ غبار آلود تھی۔ یہ سب کچھ آخر خضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی اس قدر منظم طریقے سے اور اتنے بڑے پیمانے پر ہو جانا ممکن ہی نہیں تھا جب تک کہ سالوں قبل منصوبے تیار نہ کیے گئے ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نصرت شامل حال ہوئی اور صرف ایک سال کی قلیل مدت میں حضرت ابو بکرؓ کی سربراہی میں مسلمان فتنہ ارتاد و بغاوت پر پوری طرح غالب آگئے۔ مرتدین، مشرکین اور منافقین کو تمام مقامات اور ہر ایک مجاز پر شکست در شکست کا منہد دیکھنا پڑا اور انھیں اپنی خیریت اسی میں نظر آنے لگی کہ ایک بار پھر اپنے آپ کو اس وقت تک کے لیے زیر میں محفوظ کر لیں جب تک کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ متصب خلافت پر متمکن ہیں، ورنہ صفائیا ہو جائے گا ایسا کہ نام و نشان بھی مٹ جائے گا۔ یہ دراصل ان کا کمکل طور پر زیریز میں ہو جانا تھا جس کے نتیجے میں ایسا معلوم ہونے لگا کہ جزیرہ العرب مشرکین اور مرتدین سے بالکل پاک و صاف ہو گیا ہے۔

پھر جب حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان کا نام ہی سن کر لوگوں نے اسی طرح دبکے رہنے میں اپنی عافیت سمجھی۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک حق کے معاملے میں حضرت عمر فاروقؓ حضرت ابو بکرؓ کے مقابلے میں زیادہ سخت گیر تھے۔ چنانچہ انھیں زیادہ سخت حالات کا خوف دامن گیر رہا۔ اور انھوں نے اسی میں اپنی عافیت سمجھی کہ حضرت عمر فاروقؓ کی حیات تک زمین دوز ہی رہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ سے متعلق وہ حدیث اس بات کا میں ثبوت ہے

مملکت اسلامیہ میں حضرت ابو بکرؓ کے عزم را سخن کی خبر پھیلتی چلی گئی اور مرتدین اور منکرین زکوہ خلافت راشدہ کے خلاف مقابلے میں سینہ پر ہو گئے اور معز کہ آرائی کی ٹھان لی۔ چنانچہ صوبوں کے عاملوں نے اپنے صوبوں کے باغیوں اور ان کی حرکتوں اور زکوہ کی عدم وصولیابی کی اطلاعات سمجھنی شروع کر دیں۔ ادھر مرتدین جو مدینہ کے نواح میں جمع ہو گئے تھے، مدینے پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو مدینہ منورہ کے گرد گشت لگانے اور پہرہ دینے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

مقام ابرق میں قبیلہ عبس اور مقام ذی القصہ میں قبیلہ ذیبیان کے لوگ مجتمع تھے۔ بنا سداور بنو کنانہ کے بھی کچھ لوگ ان میں شامل تھے۔ عبس اور ذیبیان کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں بہت تھوڑے سے لوگ باقی نبچے ہوئے ہیں اور بیشتر لوگوں کو دوسرا علاقوں میں مرتدین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا ہے اور صدیق اکبر خلیفۃ المسلمين نے زکوہ کی معافی سے صاف انکار کر دیا ہے تو وہ تمدد ہو کر مدینے پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ ذی القصہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سربراہی میں ہوئی پانچ چھٹھ کھنٹی کی خون ریز جنگ کے بعد باغی قبائل کو شکست فاش ہوئی اور بکثرت لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اسی دوران و شہنوں کی ایک بڑی جمعیت نے دھوکہ دے کر مدینے پر حملہ کر دیا اور چند مسلمانوں کو شہید کر کے مال لوٹ کر چل دیے۔ جب ابو بکر صدیقؓ مقام ذی القصہ سے واپس آئے اور یہ خبر سنی تو بہت ہی رنجیدہ ہوئے اور مدینے سے مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت لے کر ذی خشب اور ذی القصہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام ابرق میں عبس، ذیبیان، بونکر، بونلعلہ وغیرہ قبائل مقابلے میں آئے۔ لیکن بالآخر مرتدین شکست کھا کر فرار ہو گئے۔

پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے گیارہ علم تیار کیے اور گیارہ سرداروں کو منتخب کر کے علم ان کے حوالے کیے اور ہر ایک سردار کے ساتھ فوج کا ایک دستہ ہمراہ کر کے مرتدین اور منکرین زکوہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔

پہلا علم خالد بن ولید کو دے کر طلحہ بن خویلد، اسدی اور بطاع میں مالک بن نویرہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔ دوسرا علم عکرمہ بن ابو جہل کو دے کر یمامہ کی طرف مسلمیہ کذاب پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا گیا۔ تیسرا علم شعبیل بن حسنة کو دے کر عکرمہ کی مدد کے علاوہ یمامہ، حضرموت

جس میں کہا گیا ہے:

شقق نے کہا: میں نے حذیفہ سے سن۔ وہ کہتے ہیں: ایک بار ایسا ہوا کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں انھوں نے پوچھا: فتنے کے تعلق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تم میں سے کس کو یاد ہے۔ حذیفہ نے کہا: اس فتنے کے باب میں جو آدمی کو اس کے گھر بار، مال، اولاد میں پیدا کرتا ہے، ایسے فتنے کا کفارہ نماز ہے اور صدقہ اور امر بالمعروف اور نبی عن المنکر۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں یہ فتنے کو پوچھتا ہوں بلکہ اس فتنے کو پوچھتا ہوں جو سمندر کی موجودی کی طرح امڑا گا۔ حذیفہ نے کہا: اس فتنے سے آپ کو کوئی ڈر نہیں ہے۔ امیر المؤمنین! آپ اور اس فتنے کے درمیان ایک بندروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ دروازہ توڑا الاجائے گا ایکھولا جائے گا۔

حذیفہ نے کہا: توڑا الاجائے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: پھر تو وہ دروازہ بند نہ ہوگا۔ حذیفہ نے کہا: جی ہاں! شقق نے کہا: ہم نے حذیفہ سے پوچھا: کیا حضرت عمرؓ اس دروازے کو جانتے تھے؟ انھوں نے کہا: ایسا یقین کے ساتھ جانتے تھے جیسے یہ بات کہ آج کی رات کل کے دن سے قبل ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے ان سے ایک حدیث بیان کی تھی جو محض کچھ خیالی بات ن تھی۔ شقق کہتے ہیں کہ ہم حذیفہ سے یہ پوچھنے سے ڈرے کہ دروازہ کون ٹھا۔ ہم نے مسرق سے کہا: تم تو پوچھ لو۔ انھوں نے پوچھا، حذیفہ نے کہا: وہ دروازہ خود حضرت عمرؓ تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ۱۸، الفتنة التي تموج كموح البحر، صحیح مسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعة، باب ۷ باب فی فتنۃ التی تموج کموح البحر، حدیث سنن الترمذی، کتاب الفتنة، باب ۱۷، حدیث نمبر ۲۲۵۸، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتنة، باب ۹، ما یکون من الفتنة، حدیث ۳۹۵۵)

چنانچہ عمر فاروقؑ کی شہادت سے ہی وہ بندروازہ ٹوٹ گیا اور دشمنان اسلام کے ان خفیہ گروہوں اور ان کی خفیہ سازشوں کا ایک لامتناہی سلسلہ انتہائی شدود مدد کے ساتھ شروع ہو گیا، جس کے نتیجے میں مذکورہ چلے آرہے منافقین، شرپسند اور فتنہ پور جماعتوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کو اختلاف و انشتار میں بیتلہ کر دینے کے لیے طرح طرح کے ہتھیں ڈے استعمال کرنے شروع کر دیے۔ مزید برآں فرقہ سبائیہ اور اس کی ساختہ پرداختہ ٹولیوں اور جماعتوں نے چہار اطراف سے مختلف قسم کے اختلاف و افتراق کی بنیادیں ڈال دیں اور مسلمانوں کو آئے دن نئے نئے خانوں میں باشنتے چلے گئے، ان میں باطل اور فاسد عقائد کا بیغار کر دیا گیا۔ طرح طرح کے افکار و نظریات پیش کیے جانے لگے۔ ان میں سے ہر ایک باطل اور

فاسد عقیدے نے عام مسلمانوں میں سے اپنا اپنا حصہ لینا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ان میں سے آج بھی بہت ساری جماعتیں ان باطل و فاسد عقیدوں اور منکر افکار و نظریات کو ڈھونتی چل آ رہی ہیں۔ فرقہ سبائیہ نے کبھی عباسیوں اور علویوں کے لیے بنوامیہ کے خلاف سازشیں کیں اور کبھی عباسیوں کے خلاف علویوں کے لیے۔ اسی کے نتیجے میں کبھی خوارجیہ نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا اور کبھی ندائی اسماعیلیہ نے۔

عبداللہ ابن سبیا

عبداللہ ابن سبیا جوابن سودا کے نام سے بھی معروف تھا، شہر صنعا کا رہنے والا ایک یہودی تھا۔ اس کا خاندان یہودیوں کے درمیان ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ عبداللہ ابن سبیا حضرت عثمانؓ غمیؓ کے عہد خلافت میں مدینہ آیا اور بظاہر مسلمان ہو گیا۔ وہ مدینے میں رہ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کے منصوبے بنارہاتھا کہ اپنے اس منصوبے کو عملی شکل دینے کے لیے اسے حکیم بن جبلؓ کو کی شکل میں ایک بڑا سہارا نظر آیا۔ اس نے اس ڈاکو سے جسے بصرہ میں نظر بند کھا گیا تھا تعلق پیدا کیا اور اس کے یہاں رہ کر اس سے، اس کے دوستوں اور دوسرے لوگوں سے مراسم پیدا کر کے فساد انگیز خیالات و عقائد پھیلانے لگا۔ کبھی کہتا کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان اس بات کے تو قائل ہیں کہ حضرت عیسیؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے لیکن اس بات کو نہیں مانتے کہ حضرت محمدؐ بھی دنیا میں ضرور آئیں گے۔ اور کبھی وہ کہتا کہ ہر نبی کا ایک خلیفہ اور وصی ہوا کرتا ہے۔ وہ مثال دیتا کہ یوش بن نون حضرت موسیؑ کے وصی تھے۔ چنانچہ محمدؐ کے بھی وصی ہیں اور وہ حضرت علیؑ ہیں۔ اور جس طرح آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح حضرت علیؑ خاتم الاصحیاء ہیں۔ پھر اس نے علائیہ کہنا شروع کر دیا کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ کے عوض دوسروں کو خلیفہ بناؤ کر بڑی غلطی اور حضرت علیؑ کے حق میں حق تلفی کی ہے۔ اب سبھوں کو چاہئے کہ وہ حضرت علیؑ کی مدد کریں اور موجودہ خلیفہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیں یا انھیں معزول کر کے حضرت علیؑ کو خلیفہ بنادیں۔

اس کے ساتھ دوسری طرف اس نے اپنی بد عقیدگوں کو بھی مشتہر کرنا شروع کر دیا جو اس نے مسلمانوں کے ایمان و کردار کو بگاڑنے کے لیے وضع کر رکھی تھیں۔ جب اس پر انگلیاں اٹھنے

نظام عالم اور امت مسلمہ

کے قیام و استحکام کی کوششوں سے ہی وہ محبت و رضائے الہی کے امیدوار ہو سکتے تھے۔ اسی کے حصول کے لیے وہ آپس میں بھائی بھائی تھے، ایک دوسرے کے ہم دم اور ہم قدم تھے، ایک دوسرے کے رفیق غم گسار اور دم ساز تھے، ایک شخص کے زخم کی ٹیس پوری امت کے لیے باعث درد و کرب تھی۔ اور اب حال یہ ہو گیا کہ ہنوباشم اور بخانمیہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے اور بکثرت دوسرے قبل بھی دونوں میں سے کسی نہ کسی ایک کے ساتھ وابستہ ہوتے چلے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں کشت و خون کا دہ بازار گرم ہوا کہ نسل صدیوں اس کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ ان کی حیثیت ہی معدوم ہو کر رہ گئی اور ان کے درمیان اختلافات کا سلسلہ روزافزوں دراز سے دراز رہتا چلا گیا۔ یہ آپس میں ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے بلکہ ان میں شگاف در شگاف کا عمل شروع ہو گیا۔ طرح طرح کے افکار و نظریات جنم لینے لگے اور ہر ایک فکر و عقیدہ نے اپنی الگ الگ ٹولیاں وضع کرنی شروع کر دیں، مذاہب و مسلک کا سیالاب المآنے لگا اور پھر سے لوگ قبلی، علاقائی، مسلکی اور مذہبی غرض کے طرح طرح کی عصبوں کے شکار ہوتے چلے گئے اور ہر ایک نسل و علاقہ اور ملک و مذہب کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ گھنتمگھنتمگھنا ہو گئے، جن کے سلسلے تاہنوznہ صرف جاری ہیں بلکہ ہر ایک آن ایک نئی جمعیت کا اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ **فَتَقْطُعُوا** اَمْرَهُمْ زُبُراً طُكُلُ حِزْبٍ بِمَا لَدِيْهُمْ فَرِحُونَ^{۵۳} (المؤمنون : ۵۳) ”پھر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو لکھڑے لکھڑے کر لیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ گمن ہے۔“ مسلمانوں کے درمیان صرف عبداللہ ابن سبأ اور اس کے تبعین اور متولین سبائی فرقے ہی شر و فساد اور بد کرداری کا سبب نہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسرے مذموم اور ناپاک عناصر بھی ان کے اندر گھس آئے تھے۔ انہوں نے اپنے مذموم اور ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے۔ وہ مسلمانوں میں کفر، شرک، الحاد اور دہریت پھیلانے میں پیش پیش تھے۔ ان کے شر و فساد کی یا انتہائی جس کی بنابر حضرت علیؑ اپنے زمانہ خلافت میں انھیں جلاڈا لئے پر مجبور ہوئے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

حضرت عکرمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت علیؑ کے پاس کچھ زنا دقد لائے گئے، آپؑ نے انھیں جلوادیا۔

(صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدين و المعاندین، باب ۲، حکم المرتد و المرتدۃ)
حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا: حضرت علیؑ نے یہن سے کچھ سونا جو مٹی میں ملا ہوا تھا، رسول

لگیں تو اس نے اپنے شاگردوں اور ہم نواویں کے ایک گروہ کو اپنے کاموں کی ذمہ داری سونپ کر بصرہ سے کوفہ کا رخ کیا۔ یہاں اسے اپنی شرارتیوں کے جمال پھیلانے کے اور بھی بہتر موقع حاصل ہوئے۔ اس لیے کہ عبداللہ ابن سبأ جیسے شرائیز اور فتنہ پرور اشخاص کے لیے کوفہ بہت ہی سازگار مقام تھا۔ چنانچہ اس نے بہت جلد اپنے زہد و اتقاء کا سلسلہ لوگوں کے دلوں پر بٹھانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس طرح اسے پوری طرح کھل کھلینے کا موقع ہاتھ آگیا۔ اس نے کوفے میں ایک زبردست جماعت تیار کر لی، جس میں مالک بن اشتہر وغیرہ جیسے لوگ شامل تھے۔ پھر اس نے شام میں بھی ایک خفیہ سوسائٹی کا مکمل نظم مرتب کیا اور بطور حکمت عملی محبت اہل بیت اور حمایت علیؑ کو اپنا شعار بنایا۔ اسی طرح مصر میں بھی اس نے اپنی تنظیم قائم کر لی اور خفیہ طور سے بصرہ، کوفہ، شام اور مصر کی جماعت کے لوگوں سے خط و کتابت ہوتی رہی اور منصوبہ بند طریقے پر مختلف قسم کی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ تیز سے تیز رہتا گیا، حتیٰ کہ مملکت اسلامیہ میں ہر طرف افرانفری کا ماحول پیدا کر دیا۔ ہر جگہ شورشیں برپا ہونے لگیں۔ اصحاب حل و عقد اور امیر المؤمنین نے ہر طرح سے غور و فکر کر کے ان کے شورشوں اور ہنگاموں کو دبائے اور فتنہ و فساد کو رفع کرنے کی کوششیں کیں لیکن عبداللہ ابن سبأ اور اس کی ساختہ پرداختہ ٹویوں اور گروہوں کا مرتب کردہ نقشہ کار بڑی تیز رفتاری سے اپنارنگ لارہا تھا اور بڑی تعداد میں لوگوں کو اپنا ہم نوا بناتا جا رہا تھا۔ بالآخر حج کے بہانے مختلف علاقوں سے فسادیوں کی ایک وافر تعداد منصوبہ بندی کے ساتھ مدینہ میں جمع ہو گئی یہاں تک کہ وہ مدینہ پر پوری طرح حادی اور قابض ہو گئے اور اصلاح حکمرانی سبائیوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہو گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ خود خلیفۃ المسلمين بھی اپنے گھر میں قیدی تھے۔ انھیں نماز کے لیے مسجد تک جانے کی اجازت نہ تھی اور بالآخر حضرت عثمان غنیؓ خلیفۃ المسلمين کو انہوں نے نہایت ہی بے دردی سے شہید کر دیا۔ اسی کے ساتھ پورے شہر کے لوگ اور خود حضرت عثمان غنیؓ کے خویش واقارب اس قدر بے دست و پا کر کے رکھ دیے گئے تھے کہ وہ چاہتے ہوئے بھی کچھ بھی نہ کر سکے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا قتل نہ تھا اور نہ ہی صرف امیر المؤمنین کا قتل تھا بلکہ اس نظام حق کا گلا گھوٹنا تھا جسے قائم اور نافذ کرنے کے لیے آنحضرتؐ کو مبعوث فرمایا گیا تھا اور جسے انؐ کے مبارک ہاتھوں تیس (۲۳) سالوں کے عرصے کی عظیم ترین قربانیوں اور کوششوں کے نتیجے میں استوار کیا گیا تھا اور جس کا قیام و استحکام مسلمانوں کا واحد مقصد زندگی تھا، اس لیے کہ اس

مختلف فرقہ جات

خارج

ملت کے سوادا عظم سے خارج ہونے والے بہت سارے فرقے خارج کے نام سے وجود میں آگئے۔ یہ تمام فرقے امیر المؤمنین حضرت علیؑ کو کافر گردانے میں مشرک تھے۔ اس جسارت کی ان کے پاس دلیل یہ تھی کہ حضرت علیؑ نے ابو موسیٰ اشعریؑ اور عمر بن عاص کو لوگوں کے درمیان مصالحت کے لئے اور اپنے اور معاویہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے حکم مقرر فرمایا تھا جو ان کے نزدیک کافرانہ فعل تھا، ایسا کافرانہ فعل جو لاائق گردن زدنی تھا۔ اس طرح اس بہانے خارج نے حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کا خون حلال کر رکھا تھا۔ اس کے علاوہ ان تمام فرقوں میں عقائد و اعمال کے لحاظ سے آپس میں جزوی اختلافات بھی پائے جاتے تھے۔ ان میں ایک فرقہ نجدات کا عقیدہ یہ تھا کہ کوئی شخص ایک بار بھی جھوٹ بولے یا صغیرہ گناہ کا مرتبہ ہو تو وہ مشرک ہے، لیکن اگر وہ زنا کرے، چوری کا مرتبہ ہو یا شراب پے مگر ان پر اصرار نہ کرے تو وہ مسلمان ہے۔ ان کے مطابق قرآن کا جان لینا کافی ہے کسی امام یعنی خلیفہ یا امیر کی ضرورت نہیں ہے۔ ازارقہ کا عقیدہ تھا کہ ہر ایک کبیرہ گناہ بھی کفر ہے اور اس کا مرتبہ کافر ہو جاتا ہے۔ ان کے مطابق ابو موسیٰ اشعریؑ اور عمر بن عاص کا فر ہونے تھے۔ ان کے نزدیک مشرکوں کے لڑکے کو مارڈالنا جائز تھا۔ شمرانیہ کا عقیدہ یہ تھا کہ ماں باپ کو مارڈالنا جائز ہے۔ اسی طرح فطریکہ، اسودیہ، عجراوہ، جاریہ، معلومیہ، مجہولیہ، صلنتیہ، اخنسیہ، بابضیہ، بنسلیہ وغیرہ بھی مختلف قسم کے خود ساختہ عقائد کے حامل رہے، ان کی ترویج و اشاعت کی کوششیں کرتے رہے اور قتل و غارت گری کو اپنا نصب اتعین بنالیا۔

الله صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں میں تقسیم کیا۔ اقرع بن حابس حنظلی اور عیینہ بن بدر فواری اور علقہ بن علانہ عامری اور ایک شخص بنی کلاب سے زید نخیر طائی۔ پھر ایک شخص نے جو بنی نہمان سے تھا کہا۔ اس پر قریش بہت جلدی اور کہنے لگے: آپؐ نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ ان کی تالیف قلب ہو۔“ اتنے میں ایک شخص آیا، اس کی دلائل گھنی تھی، گال پھولے ہوئے تھے، آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، ماتھا و نچا تھا اور سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے آ کر کہا: اے محمد! اللہ سے ڈر، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر میں نافرمانی کروں گا تو پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کوں کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے زین و الون پر امانت دار مقرر کیا ہے اور تم لوگ امانت دار کوئیں جانتے؟“ انہوں نے کہا کہ پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو لوگوں میں سے ایک شخص نے اسے قتل کی اجازت مانگی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اس کی اصل میں سے ایک قوم ہے کہ وہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا اور اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور بت پرسوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسلام سے ایسا نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار سے آر پار نکل جاتا ہے۔ اگر میں ان کو پاتا تو ایسا قتل کرتا جیسے عادل ہوئے ہیں۔“

(صحیح البخاری، کتاب التوحید باب ۲۳، قول اللہ تعالیٰ تعریج الملائکۃ والروح الیہ، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ۷، ذکر الخوارج وصفاتہم، حدیث ۱۴۳، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب ۲۸، فی قتال الخوارج، حدیث ۲۷۶ (چند الفاظ کے فرق کے ساتھ) سنن النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب ۹، المؤلفة قلوبہم، حدیث نمبر ۲۵۷۶، مسند احمد، ج ۳، ص ۳)

تاریخ نے ان میں سے بہت سارے فرقوں اور ان کے ذیلی فرقوں اور ان کے عقائد و نظریات کی نشان دہی کی ہے۔ مثلاً --- خوارج، شیعہ، راضی، مرجیہ، مغززلہ، قدریہ، قرامط، صوفیہ وغیرہ۔ ان میں سے چند فرقوں اور ان کے عقائد و افکار کا مختصر آذکر کیا جاتا ہے تاکہ امت مسلمہ کی نظامِ حق سے دوری اور دین اسلام سے پیزاری کی صحیح صورت حال کا اندازہ لگایا جاسکے۔



غالی فرقے کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ سب پیغمبروں سے افضل اور بہتر ہیں۔ وہ دوسرے صحابہ کی طرح زمین میں دفن نہیں ہوئے بلکہ بادلوں میں ہیں۔ وہیں سے اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں۔ آخری زمانے میں زمین پر اپنے تمام دشمنوں اور اپنے ساتھ بغض رکھنے والوں کو قتل کر دیں گے۔ اسی کے ساتھ دوسرے اماموں کے تعلق سے بھی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور انہیں موت نہیں آتی ہے بلکہ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؑ ہی اصل میں رسول ہیں۔ حضرت جبریلؑ حضرت علیؑ پر وحی کرنا بھول گئے۔ یہی نہیں بلکہ وہ حضرت علیؑ کو خدا بھی کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ بنیانیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شکل و صورت انسان جیسی ہے۔ طیاریہ فرقہ عقیدہ تناخ کا قائل ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ آدمؑ کی روح خداہی کی روح ہے۔ خود خدا تعالیٰ حضرت آدمؑ کے قلب میں اتر آیا۔ بار بار کا جنم ان کے عقیدے کا اہم جزو ہے۔ منصوریہ فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ ابی منصور آسمان پر گیا تھا اور خدا نے اس کے سر کو مس کیا تھا۔ ان کے عقیدوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے سب سے پہلے آدمی حضرت عیسیٰ ہیں اور ان کے بعد حضرت علیؑ پیدا ہوئے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسالت ختم نہیں ہوئی ہے۔ جنت اور دوزخ ان کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔ خطابیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام نبی اور امین ہوتا ہے۔ ہر زمانے میں دو پیغمبر ضرور ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بولتا ہے اور دوسرا خاموش رہتا ہے۔ چنانچہ صلی اللہ علیہ وسلم بولنے والے پیغمبر تھے اور حضرت علیؑ چپ رہنے والے پیغمبر۔ فرقہ بنیانیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت جعفر خدا ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شکل و صورت حضرت جعفر کی سی ہے۔ جعفر پر وحی نازل ہوتی تھی۔ وہ فرشتوں کے پاس چلے جایا کرتے تھے۔ مفضلیہ فرقے کے لوگ اپنے آپ کو پیغمبر گردانتے ہیں۔ فرقہ شریعیہ کا عقائد ہے کہ اللہ تعالیٰ پانچ آدمیوں کی صورت میں اترے۔ وہ پانچ نام ہیں۔ حضرت محمدؐ، حضرت عباسؓ، حضرت علیؑ، حضرت جعفر او حضرت عقلؐ۔ فرقہ سبائیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ نے وفات نہیں پائی ہے۔ قیامت سے قبل وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ فرقہ مفویضہ کا عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے متعلق تدبیریں اماموں کے پس کر کھی ہیں۔ محمدؐ کو اللہ تعالیٰ نے عالم کی پیدائش اور اس کی تدبیر کی قدرت دی ہے۔ دنیا کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کردنہ نہیں ہے۔ وہ حضرت علیؑ کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں کہ عالم کی پیدائش کا کام اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کے پس دکیا تھا۔ جب یہ لوگ بادلوں کو دیکھتے ہیں تو حضرت علیؑ پر سلام بھیجتے ہیں کیوں کہ ان کا عقیدہ کہ حضرت علیؑ بادلوں میں رہتے ہیں۔

شروع میں شیعان حضرت علیؑ اور شیعان امیر معاویہ، دو گروہ وجود میں آئے۔ لیکن پھر شیعان علی کا نام باقی رہ گیا اور شیعان امیر معاویہ کا نام معدوم ہو گیا۔ اس طرح جب شیعان علیؑ کی رہ گئے تو رفتہ رفتہ صرف شیعہ لفظ ہی مستعمل ہو گیا۔ شیعہ کی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض کو شیعہ، بعض کو راضی، بعض کو غالی اور بعض کو طیارہ کہتے ہیں۔ شیعہ کو شیعہ اس لئے بھی کہتے ہیں کہ یہ چند ایک کو چھوڑ کر باقی صحابہ کو نہیں مانتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓؑ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ کذب بن علیؑ کو بھی نہیں مانتے کیوں کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓؑ کی خلافت کو قبول کر لیا تھا اور انہیں امام یعنی خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ بعض کے خیال کے مطابق شیعہ وہ ہے جو حضرت عثمانؓؑ کو حضرت علیؑ پر ترجیح نہیں دیتا اور راضی وہ ہے، جو حضرت علیؑ کو حضرت عثمانؓؑ پر ترجیح دیتا ہے۔ غالی شیعہ وہ ہے جو حضرت علیؑ کی شان میں بہت ہی مبالغہ آمیزی کرتا ہے۔ یہ لوگ حضرت علیؑ کے حق میں وہ صفات منسوب کرتے ہیں جو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے لائق ہیں۔ غالی شیعہ کے تین فرقے وجود میں آئے غالیہ، زیدیہ اور راضیہ۔ پھر غالیہ سے بھی متعدد فرقے بن گئے۔ مثلاً بنیانیہ، طیارہ، منصوریہ، بغیریہ، خطابیہ، معمریہ، بزریعیہ، مفضلیہ، مnasخہ، شریعیہ، سبائیہ، فوضیہ وغیرہ۔ زیدیہ سے کئی فرقے بنے۔ مثلاً جارودیہ، سلیمانیہ، تمیریہ، نعیمیہ، یعقوبیہ، تناخیہ (جو ہندوؤں کے عقیدہ تناخ کو مانتا ہے اور دوبارہ دنیا میں آنے کا قائل ہے)۔ یہ سارے فرقے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓؑ سے بیزار ہیں۔ اسی طرح راضیہ کے بھی کئی فرقے ہیں۔ مثلاً قطعیہ، کیسانیہ، کربییہ، عیریہ، محمدیہ، حسینیہ، نادیسیہ، اسماعیلیہ، قرامضیہ، مبارکیہ، شمشیریہ، عماریہ، مخطوطیہ، موسویہ، امامیہ، وغیرہ۔ راضیوں کے سارے فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ امامت کا ثبوت عقل سے ہے، جتنے بھی امام ہیں وہ سب غلطیوں سے پاک ہیں۔ حضرت علیؑ و تمام صحابہ پر ترجیح دینے میں بھی سمجھی متفق ہیں۔ زیدیہ کے سوا سمجھی فرقے اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت پر حضرت علیؑ کا حق تھا مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ اس طرح پوری ملت اسلامیہ خلافت حضرت علیؑ کو نہ دے کر اور اس کے برخلاف حضرت ابو بکرؓ اور عثمانؓؑ کو دے کر مرتد ہو گئی۔ البتہ ان میں سے صرف چھاشناص کو وہ مرتدین میں شامل نہیں کرتے ہیں وہ چھ افراد ہیں۔ حضرت علیؑ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت مقدار بن اسودؓ، سلمان فارسیؓ اور دوسرے دو۔

فرقہ زیدیہ حضرت زید بن علی کے قول کی تائید کرتا ہے، جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ زید بن علی نے حضرت عمرؓ کی خلافت کو جو برحق سمجھا وہ درست ہے۔ فرقہ جارودیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ آنحضرت کے وصی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امام حسینؑ تک ہی امامت تھی۔ اس کے بعد کوئی امام نہیں ہے۔ فرقہ سیلمانیہ کے لوگ حضرت علیؓ کو امام برحق مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوکر صدیقؓ کی بیعت ناروا تھی۔ اور ان سے بیعت کرنے والے لوگ خط کار ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امانت نے صلاح چھوڑ کر خطا کی۔ تبیریہ فرقہ کو حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں شک ہے۔ نعیمیہ فرقہ کے لوگ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے منکر ہیں۔

رافضیوں کے ذیلی فرقہ یعقوبیہ کے لوگ تاسخ پر عقیدہ رکھتے ہیں اور دنیا میں دوبارہ آنے کے قائل ہیں۔ فرقہ قطعیہ کا عقیدہ ہے کہ امامت کا سلسہ حضرت محمد بن حنفیہ تک پہنچا ہے۔ وہ ہمیشہ کے امام ہیں۔ چنانچہ لوگ ان کے ظہور کے منتظر ہیں۔ عسیریہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ جب تک امام مہدی کا ظہور نہیں ہو جاتا عسیریہ ہمارا امام ہے۔ فرقہ محمدیہ، محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسین کو امامت کا مستحق قرار دیتا ہے۔ حسینیہ فرقہ کے لوگ حسین بن منصور کو امام گردانے ہیں۔ نادیسیہ فرقہ کے لوگ جعفر صادق کو امام برحق مانتے ہیں۔ وہ ان کی وفات کے قائل نہیں ہیں، بلکہ ان کے مطابق وہ زندہ ہیں اور مہدی آخرالزماں وہی ہیں۔ اسماعیلیہ فرقہ کے لوگ امام جعفر صادق کو متوفی تسلیم کرتے ہیں اور ان کی جگہ ان کے بعد امام اسماعیل کو مانتے ہیں جو مہدی آخرالزماں ہیں اور ملک کے مالک۔ مبارکیہ فرقہ کے لوگوں کے عقیدے کے مطابق محمد بن اسماعیل زندہ نہیں ہیں بلکہ وفات پاچے ہیں۔ البتہ ان کے بعد امامت ان ہی کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔ مخطوطیہ فرقہ کے عقیدے کے مطابق حضرت موسیٰ کاظم زندہ ہیں اور اسے کبھی بھی موت نہیں آئے گی اور وہی مہدی آخرالزماں ہوں گے۔ موسویہ فرقہ کا بھی قریب قریب یہی عقیدہ ہے۔ امامیہ فرقہ کے عقیدے کے مطابق امامت کے مستحق محمد بن حسن عسکری ہیں۔ وہی مہدی آخرالزماں ہوں گے۔ ظلم سے بھری ہوئی زمین کو پھر سے عدل سے بھر دیں گے۔

شیعہ میں سے ایک فرقہ باطنیہ بھی تھا جس کا رہنماء حسن بن صباح تھا۔ اس فرقے کے لوگوں کے عقیدے کے مطابق ہر شرعی امر کے دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری معنی اور دوسرا باطنی معنی۔ یہ لوگ اپنے مخالفین کو فریب دے کر قتل کرنا جائز سمجھتے تھے۔ یہ حشیش (بھنگ) پیا کرتے ہیں۔

رافضیوں کے تمام فرقوں کے وہ تمام عقائد و افکار جن میں آپس میں ان کے اندر اشتراک پایا جاتا ہے یہودیوں سے مستعار ہیں۔ لہذا بعض عقائد و نظریات اور افکار و خیالات ہی میں نہیں بلکہ کافی حد تک ان کے اعمال و کردار میں بھی یہودیوں سے مماثلت اور موافقت پائی جاتی ہے۔ امام شعیؒ کے مطابق رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے۔ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت داؤؑ کی اولاد کے سوا کوئی اور امامت کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح رافضیوں کا کہنا ہے کہ آنحضرت کی اولاد کے سوا کوئی اور امامت کے لائق نہیں ہے۔ یہودیوں ہی کی طرح نماز مغرب بہت ہی تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے لئے ہر مسلمان کا خون حلال ہے۔ رافضی بھی ہر مسلمان کا خون حلال مانتے ہیں۔ یہودیوں نے تورات میں روبدل کیا۔ رافضیوں نے بھی قرآن کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ یہودی جبریلؑ سے عداوت رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فرشتوں میں سے وہی ہمارا دشمن ہے اس لئے کہ انہوں نے وحی بجائے کسی یہودی کے بنی اسماعیل میں لے گئے۔ اسی طرح رافضی بھی یہی کہتے ہیں کہ جبریلؑ وحی نازل کرنے میں غلطی کر گئے۔ دراصل وحی حضرت علیؓ کو پہنچانی تھی، مگر غلطی سے وہ محمدؐ کو پہنچا گئے وغیرہ۔

مرجحہ

مرجحہ کے تمام فرقوں کا یہ مشترک عقیدہ ہے کہ جو ایک مرتبہ کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھ لے، پھر وہ چاہے ساری عمر گناہ کرتا رہے، دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا۔ ان کے عقیدے کے مطابق ایمان صرف ایک قول ہے جس میں عمل اور شریعت داخل نہیں ہیں، وہ قول صرف کلمہ توحید کہنا ہے۔ ان کے ذیلی فرقوں میں سے جیہیہ فرقہ کے لوگ قرآن کو مغلوق کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفتوں کے منکر ہیں۔ صالحیہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ صرف ایمان لانا ہی عبادت ہے، الگ سے عبادت کوئی چیز نہیں ہے۔ فرقہ یونسیہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کو عاجزی سے پہچانے اور اسے دوست رکھنے کو ایمان کہتے ہیں اور ان دو چیزوں میں سے کوئی شخص ایک چیز کو بھی چھوڑ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ فرقہ یونانیہ کے لوگ عقل کو حاکم مانتے ہیں۔ فرقہ کرامیہ کے لوگوں کا عقیدہ کہ صرف زبان سے کلمہ شہادت کہہ دینا کافی ہے۔ ان کا دل سے ماننا ضروری نہیں ہے۔ ان کے مطابق منافق مسلمان ہی ہوتے ہیں۔

معزز لہ

اسی طرح معزز لہ کو معزز لہ اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے حق سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور مسلمانوں کے مسلمہ عقائد ترک کر دیئے۔ واصل بن عطاء کہتا تھا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا نہ کافر ہے نہ مومن۔ چنانچہ اس کا نام معزز لہ ہوا۔ بعض نے ان فرقوں کے اس نام کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ لوگ حسن بصری (مشہور تابعی) کی مجلس سے علاحدہ ہو گئے تھے، چنانچہ حسن بصری نے انہیں معزز لہ کہا۔ اس وقت سے ان کا یہی نام پڑ گیا۔ یہ لوگ عمر بن عبید کے پیرو ہیں۔ معزز لہ میں بھی کئی فرقے ہوئے۔ مثلاً۔ نڈلیہ، نظامیہ، معمریہ، جبانیہ، کعبیہ، یہشمیہ، جہنیہ، ضراریہ، نجاریہ، کلابیہ، سالمیہ، مشہیہ، اور اس کے ذیلی فرقے۔ ہشامیہ، مقاتلیہ اور واسیمیہ وغیرہ۔

قدریہ

فرقہ قدریہ کو قدریہ اس لیے کہا گیا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاؤ قدراً بندوں کے گناہوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح نصیریہ، نقیریہ، اسیریہ وغیرہ فرقوں نے اپنے اپنے عقائد و فکار وضع کئے اور سواداً عظیم سے علاحدہ ہوتے چلے گئے۔

قرامطہ

عباسی خلیفہ معتمد علی اللہ بن متکل بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید (خلافت ۲۵۶ھ تا ۲۷۹ھ) کے دورِ خلافت میں فرقہ قرامطہ کا ظہور ہوا۔ ۲۷۴ھ میں سر زمین کوفہ میں ایک شخص حمدان عرف قرامطہ نے اس مذہب کی بنیاد ڈالی۔ وہ ایک غالی شیعہ تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ امام صرف سات ہیں۔ امام حسین، علی بن زین العابدین، باقر بن علی، جعفر صادق، اسماعیل بن جعفر، محمد بن اسماعیل، اور عبید اللہ بن محمد۔ اپنے آپ کو وہ عبید اللہ بن محمد کا نائب کہتا تھا۔ محمد بن الحفیہ بن علی بن ابی طالب کو وہ رسول کہتا تھا۔ چنانچہ اذان میں وہ اشهاد ان محمد بن الحنفیۃ رسول اللہ کا اضافہ کرتا تھا۔ اس کے مانے والے لوگ بھی ان کی پوری پوری اقتداء کرتے

تھے۔ یہ لوگ غسل جنابت کو غیر ضروری سمجھتے تھے۔ شراب کو جائز قرار دیتے تھے۔ بیت اللہ کی گنجہ بیت المقدس کو حرم اور قبلہ قرار دیتے تھے اور اسی کی طرف رخ کر کے نماز میں پڑھتے تھے۔ ان کے یہاں نماز صرف دو اوقات تھی، ایک قبل طوع آفتاب اور دوسرا بعد غروب آفتاب، وہ بھی صرف دو دو رکعتیں۔ ہفتہ کا دن جمعہ کے بجائے دوشنبہ کو مقرر کر رکھا تھا۔ اور اس دن کو باہر کست سمجھتے تھے۔ رمضان کے روزوں کی جگہ صرف دو دنوں کے روزے رکھتے تھے۔ اس طرح انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کے عقائد خراب کئے اور لوگوں کو اذیتیں دیں۔ اپنے مخالفین کو قتل کرنا واجب قرار دیتے تھے۔

صوفیہ

یوں تو اس کی شروعات دوسری صدی ہجری کے نصف آخر سے ہو چکی تھی لیکن اس کا زور تقریباً اسی زمانے میں ہونا شروع ہو گیا۔ منصور حلاج نے جو صوفیہ میں سرخیل کی حیثیت رکھتا تھا اور آج بھی جس کا سلکہ طبقہ صوفیہ میں پورے آب و تاب کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے، عجیب و غریب عقائد و خیالات عوام کے سامنے پیش کئے۔ کبھی وہ اپنے اندر پیغمبر کی روح کا دعویٰ کرتا اور کبھی خدا کا۔ بالآخر علماء کے فتویٰ پر اسے قتل کر دیا گیا۔ لیکن اس کے شاگرد اور تبعین اور دیگر ایجنٹوں کے علاوہ اس کے دوست اور ہم نوا ابو بکر شبلی اور اس کے استاد جنید بغدادی کی یہ کارستانی قائم اور جاری رہی اور مسلمانوں کے عقائد و ایمان میں بگاڑا اور فساد پیدا کیا جاتا رہا۔

فرقہ صوفیہ کے عقائد و اعمال کی بنیاد میں شیعیت غالب ہے۔ اس لیے کہ اس کے بانی مبانی شیعہ تھے اور تصوف کی جائے پیدائش بھی شیعوں کا سب سے بڑا مرکز کوفہ تھا۔ پھر اس نے شیعوں کے دوسرے بڑے مرکز بصرہ میں اپنے قدم جملئے، یہاں تک کہ دیکھتے دیکھتے پوری مملکت اسلامیہ میں اس کے ہم نواویں کی ایک کثیر تعداد ہو گئی۔ جنید بغدادی نے اسے مسلم معاشرے کے اندر ون میں پیوست کر دیا تو ابو بکر شبلی نے اسے مسجدوں کے منبروں تک پہنچا دیا اور منصور حلاج نے اسے چاراً نگ عالم میں شہرت دے دی۔

فرقہ صوفیہ نے یونانی فلسفے کی بنیاد پر شیعوں کے مختلف فرقوں سے مختلف فتنم کے عقائد و فکار

لے کر تصوف کے محل تعمیر کئے اور عیسائیوں، یہودیوں، مانیوں، زرتشتیوں، بدھوں، ہندوؤں وغیرہ کے خلافات سے بھی خوب خوب خوش چینی کی۔ اس طرح مذہب تصوف دراصل تمام مذاہب عالم کا ایک مخلوط ہے۔

مسلمانوں کے درمیان سے مذکورہ تمام فرقوں جن کا تذکرہ قبل کے صفحات میں کیا گیا ہے، کے خارج ہو جانے کے بعد باقی ماندہ مسلمانوں کے عقائد و افکار اور اعمال و کردار کو خراب کرنے اور شاہراہ ہدایت سے پھر دینے کے لیے فرقہ صوفیان کے اندر نفوذ کرنے کی راہیں ہموار کرتے رہے اور بالآخر ان میں وہ پوری طرح جذب ہو گئے، یہاں تک کہ کچھ ہی عرصے کے بعد نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ عام مسلمانوں میں فرقہ صوفیہ کا دور دورہ قائم ہو گیا۔ صوفیہ مندار شاد و ہدایت پر ممکن ہو گئے اور تمام مسلمانوں پر بلا شرکت غیرے ان کی پیشوائی قائم اور مسلط ہو گئی، جس کا سلسلہ ہنوز چلا آرہا ہے۔

غرض کہ مسلمانوں کے درمیان ہر چہار اطراف اور بالخصوص ایران سے خلاف اسلام مشرکانہ اور ملعونہ تحریکیں اٹھیں اور خوب فروع پاپتی رہیں۔ ان بالطل تحریکوں نے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا اور مسلمانوں کا شیرازہ ایسا بکھیر کر رکھ دیا کہ آج ان میں اشتراک و اتفاق کی راہ تو دور کی بات ہے آپس میں افہام و تفہیم کی گنجائش تک باقی نہیں رہی ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور دین اسلام اور نظام حق کے قیام و نفاذ کے فرائض کے احساس و شعور سے یہ اتنے دور ہو گئے جہاں سے واپسی بھی ممکن نہیں ہوتی ہے۔ الاماشاء اللہ

سیاسی طالع آزمگروہ

ان کے علاوہ مسلمانوں کے اندر بکثرت وہ طالع آزمگروہ بھی تھے جنہوں نے دنیاوی جاہ و اقتدار اور مال و متعار کے حصول کے لیے ہر طرح کا فتنہ و فساد برپا کر کھا تھا۔ اپنی معمولی سی دنیوی منفعت کے لیے افراد اور گروہوں کا خون حلال قرار دے لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر چہار اطراف خون خرابہ اور قتل و غارت گری کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا جو صدیوں پر محیط ہے، یہاں تک کہ مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے ساتھ ساتھ پوری امت مسلمہ بے حد و حساب چھوٹی ٹولیوں میں منقسم ہوتی چلی گئی۔ کہاں تو بنی امیہ تمام مسلمانان عالم پر

حکومت کرتے تھے اور مرکزی حکومت بھی ایک ہی تھا اور کہاں بنو عباسیہ کے حکومت پر قابض ہوتے ہی مسلمانوں کی حکومت کے حصے بخڑے ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ ۱۸۷ھ میں ہسپانیہ کی سلطنت الگ ہو گئی۔ ۲۷۷ھ میں مراثق جدا ہو گیا۔ ۲۸۵ھ میں صوبہ افریقیہ آزاد ہو گیا۔ ۲۰۳ھ میں یمن میں حکومت زیادیہ وجود میں آگئی۔ ۲۰۷ھ میں خراسان پر طاہریہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ ۲۵۷ھ میں علویہ زیدیہ نے اپنی حکومت کا سکھ جمایا۔ ۲۵۸ھ میں صفاریوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ ۲۹۷ھ میں دولت سامانیہ کی اجراہ داری قائم ہو گئی۔ ۲۶۵ھ میں صوبہ سندھ کی علاحدہ ریاست قائم ہو گئی۔ ۲۹۵ھ میں بحرین میں قرامطہ نے اپنی خود مختار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ ۳۲۲ھ میں بنی بویہ و بیہیہ نے فارس اور عراق پر اپنی حکومت کا جلوہ دکھایا۔ ۳۳۴ھ میں وہاں دولت اشیدیہ نے اپنی جگہ بنالی۔ اسی طرح عبیدیہ، دولت بنو محمدان، دولت بنو سلیمان، دولت مردانیہ، دولت غزنویہ، دولت سلجوقیہ، دولت ایوبیہ، دولت مملوکیہ، دولت زیریہ، دولت ضمادیہ، دولت مرابطین، دولت موحدین، دولت اسماعیلیہ حاشیین وغیرہ بکثرت اکائیوں کا وجود قائم ہوتا چلا گیا اور ان میں سے ہر ایک اکائی نہ صرف ایک دوسرے کے خلاف تھی بلکہ ایک دوسرے کے خلاف صفائح بھی تھی۔ ایک دوسرے کی رقبات میں یہود و نصاریٰ کی رفاقت و ولایت کو اختیار کرنے میں بھی انہیں مطلق چھجک نہیں ہوتی تھی۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک ٹوپی بالآخر غایار کے لئے تلمہ تر ثابت ہوتی چلی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ امت مسلمہ کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا اور اندر وہی اور بیرونی دونوں ہی قسم کے دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں پر خوب خوب ہاتھ مارا کیا، انہیں اپنا مکوم بنا لیا اور اپنی سیاسی، معاشری، اور معاشرتی سانچوں میں انہیں ایسا ڈھال کر رکھ دیا کہ چند ہی نسلوں کے گزر نے کے بعد انہیں عام طور پر اپنے آپ کو اور اپنی شاخت کو خود ہینے اور اسلام سے دور اور نظام حق سے نا بلد ہو جانے کا علم اور احساس تک باقی نہ رہا۔

امام بخاری نے سعید مسیب کی ایک مشہور روایت نقل کی ہے:

”سعید بن مسیب سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: پہلا فساد جو ہوا یعنی حضرت عثمان غیث شہید کئے گئے، اس میں بدوالوں میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ پھر دوسرافساد حرجہ کا ہوا (جس میں یزید پلید نے مدینہ والوں کو قتل کیا)، اس فساد میں ان صحابیوں میں سے جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے، کوئی باقی نہ بچا۔ پھر تیسرا فساد ہوا، وہ اس وقت تک نہیں گیا جب تک کہ لوگوں میں کچھ بھی خوبی یا عقل باقی تھی۔“ (بحوالہ امام جلال الدین السیوطی۔ تاریخ الخلفاء)

مسلمکی اختلافات

اسی طرح نمکورہ بالافرقوں اور سیاسی طالع آزمگروہوں کے علاوہ جو لوگ باقی بچے ہوئے تھے ان مسلمانوں کے درمیان بے تحاشا بکثرت مسالک و مذاہب وجود میں آتے چلے گئے اور ان میں سے ہر ایک مسلک نے نہ صرف عام مسلمانوں میں سے اپنے ہم نوا اور مقلدین کی بھیڑ جمع کرنی شروع کر دی بلکہ ہر ایک مسلک کے پیروؤں کے مسالک کے ساتھی گلی، قریہ قریہ گھٹھم کھنا ہوتے چلے گئے۔ ایک گروہ کا دوسرا گروہ کو برداشت کرنا تو دور کی بات ہے، انہیں دیکھنا تک گوارانیں ہونے لگا۔ ہر طرف فتنہ و فساد کی وبا پھوٹ پڑی اور نژادیات کی ایسی آندھی چلنے لگی کہ حکومت کو مجبور ہو کر عوام کے درمیان نظم و نق کو بحال کرنے کے لئے ان کی تحریک کرنی پڑی۔ چنانچہ چار بڑے مسالک ----- مسلک حنفی، مسلک مالکی، مسلک شافعی اور مسلک حنبلی ----- کے علاوہ باقی تمام مسالک کو کا عدم اور منوع قرار دینا پڑا اور ان کے تبعین کے لئے سخت سزا میں تجویز کرنی پڑیں، اس حال میں کہ ان حکمرانوں کو نہ تو اسلام سے دل چھپی تھی اور نہ ہی مسالک و مذاہب سے بلکہ محض فتنہ و فساد اور جھگڑے اور مناقشے نے انہیں ایسا قدم اٹھانے پر مجبور پر کیا تھا۔ البتہ ان چار بڑے مسالک کو چھیننا اور ان پر کسی قسم کی پابندی لگانا ان حکمرانوں کے حق میں نقصان کا باعث ہو سکتا تھا اس لئے نظم و نق کے مسائل کے باوجود ان پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی جاسکی۔ چنانچہ وہ سلسے آج بھی قائم ہیں۔ ان بزرگ ہستیوں نے جن کے ناموں سے یہ مسلمکی سلسے چلے آ رہے ہیں کبھی اپنے حاشیہ خیال میں بھی نہ سوچا ہوگا کہ ان کی قیمتی اور نادر علمی و تحقیقی خدمات کو ایسی منفی را ہوں کے لئے استعمال کر لیا جائے گا اور مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار پیدا کرنے کا ذریعہ بنالیا جائے گا۔

غرض کہ مختلف جہتوں سے وجود میں آنے والے ہر ایک گروہ نے اپنی ذات اور اپنے مفاد اور عزائم کی تکمیل اور اپنے وجود کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اسلام کو بھی اپنے اپنے سانچوں میں ڈھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی مختلف قسمیں اور شکلیں وجود میں آگئیں اور ان میں ہر ایک قسم کے اسلام کو دانستہ اور نادانستہ طور پر ان کے تبعین بھی ملتے چلے گئے، یہاں تک کہ آج اس کی بے شمار قسمیں ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، جب کہ ہر ایک

کا دعویٰ یہی ہے کہ وہ اور اس کی جماعت ہی اصل دین حق کے حامل ہیں۔ نتیجہ کے طور پر مصائب و آلام نے مستقل مسلمانوں کا احاطہ کر لیا جوان کے اعمال کا فطری انجام تھا۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے بخوبی آگاہ فردیا تھا اور اچھی طرح نصیحت کر دی تھی:

اور تجھ پر جو کبھی مصیبت آتی ہے وہ تیرے اپنے ہی کسب عمل کی بدعت ہے۔ (الشاعر: ۹: ۷)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا، لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ (یونس: ۲۳: ۶)

اور جب مسلمانوں نے خود ہی اپنے لئے مصائب اور ظلم کو پسند کیا اور انہیں راستوں کو اپنایا تو فطری طور پر جو کچھ بھی ہونا تھا وہ سب کچھ ہوا:

ہم نے ان کو زمین میں نکل کر نکل کر کے بہت سی قوموں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ لوگ ان میں نیک تھے اور کچھ ان سے مختلف۔ اور ہم ان کو اچھے اور بے حالات سے آزمائش میں مبتلا کرتے رہے کہ شاید یہ پلٹ آئیں۔ پھر اگلی نسلوں کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشیں ہوئے جو کتاب الہی کے وارث ہو کر بھی اسی دنیا نے دنی کے فائدے سے سببیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تو قع ہے کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا، اور اگر وہی متعال دنیا سامنے آتی ہے تو پھر لپک کر اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب کا عہد نہیں لیا جا چکا ہے کہ اللہ کے نام پر وہی بات کہیں جو حق ہو؟ اور خود کتاب پڑھ پکے ہیں جو کتاب میں لکھا ہے۔ (الاعراف: ۱۶۸-۱۶۹)

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فردیا کہ ---

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ (الرعد: ۱۱)



امت مسلمہ کا خون ارزال

باب - ۸

امت مسلمہ نے جب اللہ تعالیٰ کی ہدایات سے صرف نظر کر لیا، دین اللہ کو ریاست و حکومت سے بے دخل کر دیا، نظام اقتصادیات کو درہم کر کے رکھ دیا اور معاشرے کو شرک و بدعت، الحاد و ہریت اور شیطانی طریقہ و رسوم سے مملوک رکر دیا تو ان کے اندر سے بھی اور باہر سے بھی مصائب و آلام کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے، ان کے خون ارزان ہو گئے اور ان کی عزت و آبرو سر بازار نیلام ہونے لگی۔

۲۳ھ میں یزید بن معاویہ کو اطلاع میں کہ مدینہ والوں نے اس کی بیعت توڑ دی ہے اور اس پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اس اطلاع پر یزید نے ایک بڑی فوج مسلم بن عقبہ کی قیادت میں مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے بھیج دی اور مدینے والوں کا سر اڑا دینے کا حکم دے ڈالا۔ مسلم بن عقبہ اپنی فوج لے کر فتحانہ مدینے میں داخل ہوا تو اس نے تین دنوں تک قتل عام اور غارت گری کا بازار گرم رکھا۔ اس قتل عام میں ایک ہزار کے قریب لوگ مارے گئے۔ چوتھے روز مسلم بن عقبہ نے قتل عام موقوف کر کے سبھوں کو بیعت کا حکم دیا۔ مسلم کے ہاتھوں بیعت کرنے والوں کی جان بچ گئی اور جنہوں نے بیعت سے انکار کیا انہیں قتل کر دیا گیا۔ پھر باب طیبہ میں جنگ ہوئی جو جنگ حرام ہے یعنی جنگ مکہ معظمه کے نام سے مشہور ہے اور جس کے متعلق امام حسنؑ نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا کہ ”جنگ اس جنگ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چن کر قتل کر دیا گیا اور دوسروے مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا، شہر مکہ لوٹا گیا اور ہزار ہا دو شیزہ اور نو جوان خواتین کو جراہ زیل کیا گیا“، (تاریخ اخلاف جلال الدین السیوطی)۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ ماہ صفر ۲۴ھ میں یزید جب مدینے والوں کے ساتھ خلم و ستم سے اپنا پیٹ بھر چکا اور ان ہی ظالموں کے ساتھ شراب نوشی اور دوسروی برائیا کرنے لگا تو تمام لوگوں کو اس پر غصہ آگیا اور سبھوں نے اس پر حملہ کی ٹھانی۔ یزید نے اپنی فوج مکہ معظمه رو انہ کر دی۔ اس کی فوج نے مکہ معظمه پہنچ کر ابن زیر کا

محاصرہ کر لیا، ان کے قتل کی تدبیریں کیں اور ان پر مخفیق سے پتھر بر سائے اور شہر میں آگ لگادی، جس کے شراروں سے کعبہ کا پردہ اور اس کی حجت جل کر گرگئی (تاریخ اخلاف از جلال الدین السیوطی)۔ حافظ جلال الدین السیوطی کہتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان اور جاجن بن یوسف میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ دونوں برابر ہیں۔ عبد الملک ہی نے جاجن کو صحابہ اور ممتاز مسلمانوں پر حاکم اعلیٰ بنیا، جس نے مسلمانوں کو ذلیل و خوار کیا، مارا پیٹا، گالیاں دیں اور صحابہ اور تابعین کا قتل عام کیا۔ (تاریخ اخلاف از جلال الدین السیوطی) مصیبت کا طوفان جب آ جاتا ہے تو ستون کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ چنانچہ کسی نے صحابہ اور جلیل القدر تابعین کا ذرہ برابر بھی پاس لحاظ نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ بھی انتہائی بے رحمانہ سلوک ہی روا رکھا۔

ولید بن یزید بڑا ظالم، سرکش، حاسد، بے راہ، اپنے وقت کا فرعون، زمانے بھر کا عیب دار، لوگوں کو تکمیل دینے والا، بد انجام، ہلاک ہونے والا، قرآن کریم کو نیزے پر اٹھانے والا، فاسق و فاجر، گناہوں پر بڑا ہی دلیر، حد سے تجاوز کرنے والا، بے باک اور شرابی تھا، جس کے نتیج میں لوگوں نے جب اس کے محل کا محاصرہ کر لیا تو ابن یزید نے لوگوں سے کہا: لوگو! میں نے تمہارے عطیات میں اضافے کئے تمہاری امداد کی اور تم فقیروں پر مال و دولت کی بخشش کی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تم لوگوں نے میرا محاصرہ کر لیا۔ اس پر لوگوں نے جواب دیا: ہم تم پر کوئی سختی نہیں کر رہے ہیں بلکہ تم پر سختی کرنے والی چیز یہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں پر تمہارا ہنسی اڑانا اور انہیں جائز قرار دینا، تمہاری شراب نوشی، ماں کی بیٹیوں سے نکاح کرنا، احکام الہی کو ٹھکرانا اور ان کو ذلیل کرنا، یہ سب وہ امور ہیں جو تم پر سختی کر رہے ہیں۔ (تاریخ اخلاف از حافظ جلال الدین السیوطی) بنی امیہ کے ایک دو گھوڑ کرتا مکمر انوں، عہدیداروں، اہل کاروں اور حاکموں کا یہی حال تھا۔ بنی امیہ نے اپنی حکومت کے قیام اور استحکام کے لئے لوگوں پر خلم و تشدد روا رکھنے اور انہیں بے دریغ قتل کرنے میں ان کو ذرا تامل نہ ہوتا تھا۔ سلاطین بنی امیہ کے سب سے زیادہ نام ور اور کارگز ار اہل کار اور صوبہ دارو ہی ہوتے تھے جو سب سے زیادہ سفاک، لوگوں کو بے دریغ قتل کر دلانے والے سختی سے کام لینے والے اور بے مرود ہوتے تھے۔ وہ اپنے خیال کے مطابق خلم و تشدد، قتل و غارت گری اور خفیہ تدبیریں اور سازشوں کو اپنی حکومتوں کے قیام و استحکام کے لئے واحد ریحہ سمجھتے اور بظاہر معاملہ کچھ ایسا ہی انہیں نظر بھی آتا تھا۔

یہ تھا بنوامیہ اور ان کے اہل کار حوار بین اور تبعین کا دین اللہ سے احراف اور نظام حق کی خلاف ورزیاں اور ان کے نتیجے میں ان کے سیاہ کر قوت جن کی بنای پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے زبردست تازیانے کا انتظام فرمادیا۔ ۱۳۲ھ میں بنو عباسیہ نخت حکومت پر قابض ہو گئے۔ ابوالعباس عبد اللہ سفاح بنو عباسیہ کا پہلا حکمران تھا۔ وہ خون ریزی کا ایک مثالی کردار تھا۔ اس لئے تاریخ اسے سفاح کے نام سے یاد کرتی ہے۔ عبد اللہ سفاح کا پچھا عبد اللہ بن علی دمشق میں داخل ہوا تو اس نے قتل عام کا حکم دے دیا اور بنوامیہ کو نیخ و بن سے اکھاڑا چھینکنے اور ان کا نام و نشان مٹا دالنے کی کوشش کر دی۔ بنو عباسیہ کے اہل کاروں نے عبد اللہ سفاح اور دوسرے عباسی سرداروں کو بار بار لکھا کہ بنوامیہ کے کسی فرد کو چاہئے وہ کوئی بھی ہوا و کیسا بھی ہو، یہاں تک کہ اپنا ہی خواہ ہی کیوں نہ ہو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ اس مشورے پر حقی الامکان عمل بھی ہوا۔ عباسیوں نے بنوامیہ میں سے ہر ایک کو چن چن کر قتل کر دیا، حتیٰ کہ عبد اللہ بن علی نے سفاح کے سامنے بنوامیہ کے ۸۰ لوگوں کو قتل کرو کے اور ان کی لاشوں کو ہموار کر کے ان کے اوپر دستر خوان بچھوایا۔ اس دستر خوان پر کھانا چنا گیا اور عبد اللہ بن علی نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اس دوران ان میں سے ان لوگوں کے کراہی کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں، جو بھی مرے نہیں تھے، بلکہ اب بھی کسی قدر دم باقی تھا۔ عبد اللہ بن عباس نے بصرہ میں بنوامیہ کے ایک گروہ کو قتل کر کے لاشوں کو راستے میں پھینکوادیا اور انہیں دفن کرنے کی ممانعت کر دی۔ ان لاشوں کو مدتوں کتے وغیرہ کھاتے رہے۔ عبد اللہ علی کے دوسرے بھائی یعنی سفاح کے دوسرے پیچا داؤ بن علی نے مکہ، مدینہ، حجاز اور یمن سے ایک ایک اموی کو چن چن کر قتل کر دیا اور بنوامیہ میں سے کسی کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا۔ غرض کہ تمام ممالک محروسہ میں عام حکم جاری کر دیا کہ جہاں بھی کوئی نظر آئے اس کو بلا دریغ قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ولایتوں کے والی اور شہروں کے حاکم جو عموماً عباسی ہی تھے اپنی اپنی جگہ اس تجسس میں معروف رہنے لگے کہ کہیں کسی اموی کا پیغام پڑا اور اس کو قتل کر دیا جائے۔ جانوروں کے شکاریوں کی طرح بنی امیہ کا شکار کرنے کے لئے لوگ روزانہ گھروں سے نکلتے تھے۔ غرض کوئی مکان، کوئی بستی، کوئی قصبه، کوئی شہر اور کوئی مقام بنوامیہ کے لئے جائے پناہ نہ رہ گیا۔ رسول عباسی انہیں تلاش کر کے قتل کرتے رہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ غیر بنی امیہ میں سے جن لوگوں نے کبھی بنوامیہ کی حمایت

کی یا ان کی کوئی خدمت انجام دی، انہیں بھی قتل کر دیا گیا۔ سفاح نے اپنے مخالفین کے قلع تھے کرنے کے لئے فارس میں اپنے بھائی تھی بن محمد علی کو بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ اس نے اہل موصل کے بارہ سر برآورده لوگوں کو دھوکے سے بلا کر قتل کر دیا۔ اہل موصل میں اس سے سخت اشتغال پیدا ہوا اور وہ جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ تھی نے یہ دیکھ کر منادی کر دی کہ جو شخص جامع مسجد میں چلا جائے گا اس کو جان کی امان دے دی جائے گی۔ یہ سن کر لوگ جامع مسجد کی طرف دوڑ پڑے۔ جامع مسجد کے دروازوں پر تھی کے آدمی متعین تھے۔ جو مسجد کے اندر رجاتے تھے قتل کر دئے جاتے تھے۔ اس طرح گیارہ ہزار آدمی قتل کر دئے گئے۔ پھر شہر میں قتل عام کیا گیا۔ رات ہوئی تو تھی کے کانوں میں ان عورتوں کے روئے کی آوازیں آئیں جن کے شوہر، باپ، بھائی، اور بیٹے قتل ہو گئے تھے۔ صبح ہوتے ہی تھی نے حکم دے دیا کہ ان تمام عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر دیا جائے۔ تین دنوں تک اہل شہر کا خون فوجیوں کے لئے مباح قرار دے دیا گیا۔ اس طرح بے تحاشا لوگ قتل ہوتے رہے۔ تھی کے لشکر میں چار ہزار زنگی بھی تھے۔ ان زنگیوں نے بے تحاشہ عورتوں کی عصمت لوٹی۔ سفاح کا ایک اور بھائی ابو جعفر منصور کے ماتحتوں نے مشرق و مغرب میں ظلم و جبراً اور خون ریزی کا نہایت ہی بھیانک اور وحشت ناک بازار گرم کر دیا۔ اس نے اکثر علماء کو قتل کر دا اور بیش تر سخت اذیتوں میں بٹلا کر دیا۔ ان مظلوم علماء میں امام ابوحنیفہ، عبدالحمید بن جعفر، ابن عجلان اور امام مالک وغیرہ کے نام سر فہرست ہیں۔

ان سب کے باوجود مسلمانوں کے سواد اعظم کی کچھ فکری، بے راہ روی، آپس کی ناقلوں، فرقہ بندی، ایک دوسرے پر ناحق ظلم و زیادتی، آپس کی ناحق خون ریزی، مال و دولت کی حرص و ہوس، دنیا پرستی، اتباع شریعت کے بجائے پیر پرستی، شخصیت پرستی، احبار و رہبان پرستی اور جماعت و فرقہ پرستی، احکام و بدایات الہی سے روگردانی، آیات الہی کی تھوڑی قیمت کے عوض سودے بازی، آیات الہی کے ساتھ مانی کھلوڑ، دین اللہ کو چھوڑ کر دوسرے طریق زندگی کی قبولیت، شریعت کی جگہ یہود و نصاریٰ کے وضع کر دہ اصول و ضوابط پر عمل آوری، اخلاق و تہذیب کی پرستی، حرام و حلال کی تمیز سے لاپرواٹی اور قساوت قلبی میں روز افزول ترقی ہی ہوتی رہی۔ اپنے ہرے کرتوت کی اصلاح کا انہیں خیال تک نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں سے یکسر منحرف ہو گئے اور اللہ نے جن امور سے نچنے کی سخت تاکید فرمائی تھی، ان ہی میں بٹلار ہے، یہود و نصاریٰ

تاتاریوں کا فتنہ عظیم

چنگیز خاں

۱۵۶۷ء میں چنگیز خاں تاتار جو چین کے پہاڑی علاقوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اپنی فوج لے کر مسلم ممالک کی طرف متوجہ ہوا اور مقام انزار کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے تین بیٹوں جو بھی خاں، اوکتائی خاں اور چفتائی خاں کو انزار کے محاصرے پر مامور کیا اور خود اپنے چھوٹے بیٹے تویی خاں کو ساتھ لے کر بخارا کی طرف بڑھا اور ترکستان کے شہروں کا شغیر، شاغر وغیرہ کو لوٹا۔ چنگیز خاں کے ایک سردار نے تمیں ہزار فوج کے ساتھ دریائے ہیجھون کو عبور کر کے بخارا، سمرقند وغیرہ مقامات کو قتح کر کے خراسان کے تمام مقامات پر خون کے دریا بھانے شروع کر دیئے۔ ۱۵۷۰ء میں چنگیز خاں نے بخچ اور ہرات میں قتل عام کیا اور پھر نیشاپور، ماژندران، آمل، رے، ہمدان، قم، قزوین، دہبل، تبریز، طفیلیس، مراغہ، آذربایجان، دربند، شیروان، لان، لکور، قفقاجان، غزنی، بختیان، کرمان کے ساتھ ساتھ خوارزم پر قابض ہو کر اس طرح قتل و غارت گری اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا کہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں تک کونہ بخشا، آبادی کی آبادی ویران کرڈا اور پھر شہروں میں آگ لگادی۔ چنگیز خاں نے بامیان کے مرد و عورت سبوں کے قتل عام کا حکم دے دیا یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ سے بچوں کو نکال کر ان کی گرد نیں اڑا دی گئیں۔ اسی طرح تاتاریوں نے سوائے بغداد، عراق، عرب اور ہندوستان کے پورے برا عظم ایشیا اور کسی قدر بر عظم یوروپ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن ان کے ہاتھوں مسلم سلطنتیں زیادہ تباہ و بر باد ہوئیں اور زیادہ مسلمان ہی ان کی تلواروں کی زد میں آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ مسلمانوں کا نام و نشان مٹا کر کھدیں گے۔

مشہور مورخ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: ”تاتاریوں کا فتنہ ایک عظیم حادثہ اور زبردست مصیبت ہے، جس کی مثال پوری دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تاتاریوں نے عام طور پر انسانوں اور خاص کر مسلمانوں پر بے انتہا ظلم کئے۔ اگر کہا جائے کہ ابتدئے آفریش سے اب

کو اپنا امام بنالیا، ان ہی کی اقتداء میں اپنی ترقی، خوش حالی، عیش پسندی، ظلم و زیادتی اور دنیا پرستی کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے لیا، یہاں تک کہ یہ تمام سلسلے تاہموز قائم اور جاری ہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ سب کچھ ہوتا رہا اور آج بھی ہو رہا ہے جن کا ہونا فطری تقاضا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ سنت چلی آ رہی ہے۔ ان کے ناقابل اصلاح ہونے کی صورت میں تباہی و بر بادی، مکروہی و غلامی اور اذلت و مسکنت ان کے لئے ان کے اندر سے بھی اور باہر سے بھی مقدر کر دی گئی۔ لہذا خطی اور خرد مانگی میں یا ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنے ہی بھائیوں کو تباہ و بر باد کرنے، ان کی جان و مال کے درپے ہونے، ان کی عزت و آبرو کو تاریخ کر نے کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ کبھی باہر سے بھی ظالم و سفاک، قاتل و غارت گر ہر ہن ان پر مسلط ہو جاتے ہیں، ان کی سرکوبی کرتے ہیں، انہیں تباہ و بر باد کر کے رکھ دیتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے لوٹتے اور بے آبر و کرتے ہیں۔ چنگیز خاں اور ہلاکو کی مسلمانوں پر قیامت خیزی انسانی تاریخ کا ایک عظیم سانحہ ہے۔ اس قسم کے تازیانہ عبرت کسی قوم پر اسی وقت بر سائے جاتے ہیں، جب ان میں صالح عنصر یا توباقی ہی نہیں رہ جاتا ہے یا پھر اگر باقی رہتا بھی ہے تو ایسے لوگ بے دست و پابنا کر رکھ دیتے جاتے ہیں اور ان کی نصیحتوں اور یاد ہائیوں پر مطلق کا انہیں دھرا جاتا۔

تک اس قسم کے ظالم رونما نہیں ہوئے تھے تو یہ بالکل درست بات ہوگی۔ تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جو تاری مظالم کی مثال قرار دی جاسکے۔ تاریخ میں سب سے زیادہ ظلم کی داستان بخت نصر کی ملتی ہے، جس نے بیت المقدس میں اسرائیلیوں کے ساتھ ناروا سلوک کئے تھے۔ لیکن چنگیز خاں اور اس کے ساتھی ملعونوں نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے ان کو بیت المقدس کے مظالم سے کوئی نسبت نہیں دی جاسکتی۔ بیت المقدس میں اسرائیلیوں کا قتل اور تاتاریوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔“

ہلاکو خاں کی ہلاکتیں

۱۵۶ھ میں چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو خاں خراسان اور ایران میں وارد ہوا۔ خراسان پہنچ کر اس نے اسماعیلیوں کے قلعے فتح کر لئے یہاں تک کہ قلعہ ”الموت“ پر بھی اس کا قبضہ ہو گیا۔ اسماعیلیوں کا بادشاہ اپنے تمام اہل و عیال کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ پھر وہ ۱۵۶ھ میں اپنے غارت گرت تاتاریوں کے لشکر کے ساتھ جن کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے، بغداد پر حملہ آور ہوا۔ شہر میں داخل ہو کر وہاں کے تمام علماء، امراء، عمائدین اور اراکین سلطنت کو ایک ایک کر کے اس طرح قتل کیا کہ کسی کو کانوں کا ان جرنہ ہو سکی۔ اس طرح کے تمام لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد قتل عام شروع کر دیا اور چالیس دنوں تک تاتاریوں کی تواریں نیام میں نہیں گئیں۔ پورے شہر کے لوگ بے تحاش قتل کئے گئے، عورتوں اور بچوں تک کوئہ بخششا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد اور اس کے مضائق میں تاتاریوں نے چن چن کر لوگوں کو قتل کر دیا یہاں تک کہ پورا شہر ویران ہو گیا۔ بس صرف وہی لوگ بچ سکے جو کنوں میں، تھانوں میں یا کسی ایسی ہی پوشیدہ جگہوں میں چھپ سکے۔

مورخین کے مطابق یگانہ روز گارشہ اور دارالخلافہ بغداد تاخت و تاراج کر دیا گیا۔ اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، خون کی ندیاں بہادی گئیں اور مرد و عورت، بوڑھے اور بچے بھی بے دریت قتل کر دیئے گئے۔ بغداد اور مضائقہ بغداد میں ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ہلاکو خاں نے جو سلوک خلیفہ کے جانے والے مستنصر باللہ اور اس کے بیٹوں کے ساتھ کیا وہ بھی انتہائی لرزہ خیز ہے۔ مستنصر باللہ اور اس کے بیٹوں کو نندوں میں لپیٹ کر ان پروفجوں کے گھوڑے دوڑا کر انہیں روندا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ہاں اسی طرح ہونا چاہیے تھا، ہماری آیات کو جب کوہ تیرے پاس آئی تھیں تو نے بھلا دیا تھا
اسی طرح آج تو بھلا دیا جا رہا ہے۔ (ط: ۱۲۶)

یہ سب کچھ ان کی اپنی بد اعمالیوں اور سیاہ کرتوں کی سزا تھی۔ نعمت ایمان پانے کے بعد اس کی قدر نہ کرنے، دین اللہ کو پس پشت ڈال دینے اور نظام حق کے بجائے خود ساختہ طریقوں ہی پر مصروف رہنے کا انجام تھا۔ وہ اس بات کو بھول گئے تھے کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں جاہ و حشمت، مال و متاع اور اقتدار و اختیار کی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے وہ سزادی نے میں بھی بہت سخت ہے۔

حافظ جلال الدین اسیوطی نے اپنی کتاب ”تاریخ الخلفاء“ میں سلطان ملک ناصر کے نام ہلاکو خاں کی جانب سے لکھے گئے خطوط کے چند اقتباسات درج کئے ہیں ان میں مسلمانوں کے لئے بڑا تازیہ عبرت ہے۔ ہلاکو خاں اپنے دوسرے خط میں لکھتا ہے:

”خدمت سلطان ناصر الدین، عمر دراز باد!

ہم نے بغداد فتح کر کے باشندوں کی بیخ کنی کر دیا۔ انہوں نے مال و دولت دینے میں بخل سے کام لیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ حکومت و ملکت صحیح سالم رہے گی۔ لیکن قدر و منزلت چلی گئی اور خلافت کا نام رہ گیا اور بدر کوہن لگ گیا۔ واضح رہے کہ ہلاکت کو لیے ہوئے ہم بڑھنے والے ہیں۔ تم ایسے نہ بوجنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، جس کے عوض وہ بھی بھلا دیئے گئے۔“

پھر تیرے خط میں وہ لکھتا ہے:

”اما بعد: ہم اللہ کے لشکر ہیں۔ ہمارے ذریعہ مغرور، سرکش اور گنگاروں سے اللہ تعالیٰ انتقام لے رہا ہے۔ غصہ کی حالت میں ہم لوگوں کے احوال دگرگوں کر دیتے ہیں اور سیدھے لوگوں کو ان کے اعمال و احوال سابق پر قائم رکھ چھوڑتے ہیں۔ شہروں کو بر باد کرنے اور مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ہم کو عادت ہے۔“

ایک اور تاتاری فتنہ-----تیمور لنگ

چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کے ذریعہ بر سائے گئے زبردست کوڑوں نے بھی مسلمانوں کی

آنکھیں نہیں کھولیں۔ انہیں دین اللہ، نظام حق اور احکام وہ ایات الہی کی طرف پلٹ آنے کا ہوش نہ آیا، بلکہ سبقہ زندگی ہی کو اپنا نمونہ بنائے رکھا۔ اپنے آپ کو تبدیل کرنے کا انہیں خیال تک نہ آیا، بلکہ اپنی غفلتوں میں وہ اور بھی ڈوبتے چلے گئے۔ دین اللہ سے ان کی دوریاں اور بھی بڑھتی چلی گئیں۔ ہوں پرستی اور عیش و عشرت کی وہ اور بھی دل دادہ ہوتے چلے گئے۔ طلب دنیا میں اس قدر کھو گئے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی یاد کی گنجائش ہی باقی نہ رہنے دی۔ کلام اللہ ان کے حلق سے نیچے اترتا ہیں تھا۔ چنانچہ ایک بار پھر چنگیز خانی نسل ہی سے تعلق رکھنے والی تاری قوم ایک نہایت ہی ظالم و جابر، خون خوار اور درنہ صفت انسان امیر تیمور کی سربراہی میں عذاب کی صورت میں مسلم ممالک پر حملہ آور ہو گئی۔

علمی تاریخ امیر تیمور کو ”انسانی کھوپڑیوں کا مینار ساز“ کا خطاب دیتی ہے۔ اس لئے کہ وسط ایشیا اور ایران کے جنگی میدانوں اور صحراؤں میں اس نے انسانوں کی کھوپڑیوں سے مینار بنائے۔ یہ کھوپڑیاں مسلمان سپاہیوں اور بے گناہ شہریوں کی ہوتی تھیں۔

آٹھویں صدی ہجری یعنی چودہویں صدی عیسوی کے آخری دو عشروں اور پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں تیمور کی سربراہی میں نازل ہونے والے قتل و غارت گری اور بتاہی و بر بادی کے ساتھ نے مشرق و مغرب کو آناؤ فاناً اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کہنے کو امیر تیمور اور اس کی فوج مسلمان تھی، لیکن اصلاً وہ خون خوار بھیڑتے تھے۔ چنگیزیت اور درنگی ان کی زندگی کا نصب لعین تھا۔ چنانچہ انہوں نے خون خواریت اور درنگی میں چنگیز خان اور ہلاکو خان کو بھی بیچھے چھوڑ دیا اور دنیا کی تاریخ میں ایک نیارکار ڈیٹبٹ کر دیا۔

امیر تیمور عثمانی ترکوں کے بادشاہ بایزید حیدر یلدرم پر حملہ آور ہوا، اسے شکست دی اور پھر تیموری شکر آندھی طوفان کی طرح مسلم علاقوں اور شہروں کو اپنی لپیٹ میں لیتا چلا گیا۔ بروصہ، تائیکیں، خملق، آقا شہر، قرہ حصار وغیرہ بہت سارے شہروں کی ایئٹ سے اینٹ بجادی، قتل عام کا بازار گرم کرڈا اور جی بھر کو لوٹ مار مچائی۔ سمنا کو فتح کرتے ہی تیمور نے شہر میں داخل ہو کر اپنی فوجوں کو قتل عام کا حکم دے دیا۔ چنانچہ جی بھر کر قتل عام کیا گیا۔ اپنی وحشیانہ خواہش کی تکمیل کے لئے انسان کی کھوپڑیوں سے مینارے تعمیر کروائے۔ میناروں کی تعمیر میں چونے گارے کے ساتھ

انہیوں کی جگہ انسانی کھوپڑیوں کا استعمال کیا گیا۔

پھر اس نے ایران کو روندہ لالا۔ اصفہان ”نصف جہاں“ کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ شہروں کے دروازوں پر بلہ بول دیا اور قتل عام کا بازار گرم کرڈا لالا۔ ہر ایک سپاہی کو یہ تاکید کر دی گئی تھی کہ کم سے کم ایک ایرانی کاسر کاٹ کر لا حاضر کرے۔ دن بھر قتل عام کا یہ سلسہ جاری رہا، جو بقدر رات کے اندر ہیرے میں نجح کر شہر سے بھاگے انہیں اگلے روز برف سے ڈھکے میدان میں گھیر کر قتل کر دیا گیا۔ امیر تیمور نے جب سنائے ہندوستان میں ہنگاموں اور شورشوں کا طوفان چاہوا ہے تو اس نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کا اور اپنی درنگی کی ہوس کی تسلیکین کا منصوبہ بنالیا اور ۱۳۹۸ء میں افغانستان کے راستے ہندوستان کا رخ کیا۔ راستے کے تمام قلعے فتح کرتا ہوا قہر و غضب کا نمونہ بن کر علاقے کے علاقے کو تاخت و تاراج کرتا ہوا اور ان کے باشندوں کو تھنخ کرتا ہوا دہلی کی جانب بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ دریائے سندھ پار کر کے تیمور کے امیروں اور اہل کاروں نے شہنشاہ کے مقبوضہ علاقوں میں گھروں میں گھس کر قتل و غارت گری کا نہایت ہی بھیانک منظر پیش کیا۔ پھر اجودھن اور دیپاں پور پر قبضہ کر کے انہیں مکمل طور پر تباہ و بر باد کر کے رکھ دیا اور بھاگنے والوں تک کوچن چن کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد شہر فتح آباد کو سمار کرڈا لالا۔ اس نے اپنے امراء سلیمان شاہ اور امیر جہاں کو دہلی کو تباہ کر دینے کا حکم دے کر دہلی بھیجا۔ دہلی کے قریب پہنچتے ہی تیمور نے اپنے ایک لاکھ قیدیوں کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ اس طرح اس ایک لاکھ کی جان صرف ایک دن میں لے لی گئی۔ دہلی پر قابض ہو کر تیمور نے اپنی فوج کو آزادی دے دی کہ جو چیز بھی انہیں ملے وہ ان پر قابض اور متصرف ہو جائیں، جو بھی جوان ان کے سامنے آئیں میں انہیں غلام بنالیں، جو عورتیں انہیں پسند آئیں ان کو اپنی ملکیت میں لے لیں۔ اس کے ساتھ ہی تین دنوں تک انہیں قتل عام، لوٹ مار اور عورتوں سے استفادے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی۔ ان حکموں کے سنتے ہی تیموری فوج بھوکے بھیڑیوں کی طرح شہر پر ٹوٹ پڑے اور جی بھر کر بربریت اور درنگی کا مظاہرہ کیا، عورتوں کی آبروریزیاں کیں، لوٹ کھسوٹ چایا اور بالآخر انسانی کھوپڑیوں کا انبار جمع کر لیا تاکہ ان سے مینار تعمیر کئے جائیں۔ امیر تیمور دہلی میں پندرہ دنوں رہا۔ ان پندرہ دنوں کے اندر اس کی فوجوں نے دہلی کو دیران کرڈا لالا، بے گور و گن انسانی لاشیں کئی دنوں تک چیلیوں، کوؤں اور مردہ خور جانوروں کی غذا بنتی رہیں اور سڑتی ہوئی لاشوں سے وبا نہیں پھیلتی

رہیں۔ دہلی اور سیری دو نوں مقامات دو ماہ تک ویران پڑے رہے۔ کسانوں نے مارے خوف کے زمینوں کی کاشت چھوڑ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قحط سالی ہو گئی۔ پھر امیر تیمور کا بل کے راستے والپیں سرقد چلا گیا۔ جاتے ہوئے بھی راستے میں متعدد شہروں کو کھنڈروں میں تبدیل کرتا گیا۔ میرٹھ کے قلعے کی دیواروں میں سوراخ کر کے اس میں آگ لگادی۔ شہریوں کو قتل کر دیا۔ لاہور میں بھی یہی سب کچھ کیا۔ پھر سوالک پہاڑی سلسلے کے جتنے شہر آباد تھے سب کو جی بھر کرتا خفتہ فتا راج کیا۔ دوآبے میں بھی قتل عام کیا اور یہاں کے لوگوں کے مال و متنازع پر قبضہ کر لیا۔

یقین ہے کہ جب فتنہ و فساد، فتنہ و فجور، ظلم اور فطرت انسانی سے بغاوت اور کشتی حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو عذاب کا کوڑا بر سے لگتا ہے۔ پھر اس وقت نہ کوئی تدبیر کام آتی ہے اور نہ ہی دعا میں مستجاب ہوتی ہیں۔ اور پھر یہ غذاب کسی کو نہیں بختنا، صرف فاسق و فاجر، ظالم و جابر، فتنہ جو اور شر پسندوں ہی کی خرپیں لیتا ہے بلکہ ہر کس و ناکس اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں اور آبادی کی آبادی تہس نہیں ہو کر ویرانوں میں تبدیل ہو جاتی ہے، ان کی عزت و آبرو خاک میں ملا دی جاتی ہے، ذلت و نکبت اور پستی و خواری دامن گرفتہ ہو جاتی ہے اور مخلوقی و غلامی ان کی تقدیر قرار پاتی ہے۔

اندلس (اپسین) پر عیسائی قبضہ اور مسلمانوں کا صفائی

یہی سب کچھ اپسین میں بھی ہوا، بلکہ یہاں سابقہ رکارڈ بھی توڑ دیا گیا۔ اپسین جو کبھی مسلمانوں کی تابندگی اور جلوہ نمائی کے لئے مشور تھا، علم و ادب کا گھوارہ تھا، شان و شوکت اور مال و دولت کی علامت سمجھا جاتا تھا، آن کی آن میں یہ سب کچھ داستان پار یہند بن کر رہ گیا۔ آٹھ سو سالہ حکومت و سطوت کا نہ صرف آن واحد میں خاتمه ہو گیا بلکہ مسلمانوں کی آبادی بھی نابود ہو گئی۔ سقوط غناطہ کے بعد ۱۴۹۲ء میں مطابق ۷۴۹ھ میں اندلس (اپسین) کا قصر الحمراء عیسائیوں کے سپرد کر دیا گیا۔ اس کے سب سے اوپر برج پر اسلامی نشان کو گرا کر صلیب نصب کر دیا گیا۔ ایک کڑور آبادی والے ملک سے مسلمان یا تو جرأۃ عیسائی بنے پر مجبور کئے جا رہے تھے یا پھر ملک چھوڑنے پر مجبور تھے۔ عیسائیوں نے پورے ملک میں فوراً اپنی عدالتیں قائم کر دیں، جن میں ہر روز ہزاروں مسلمان گرفتار کر کے لائے جاتے اور محض مسلمان ہونے کے جرم میں آگ

میں جھونک دیئے جاتے تھے۔ ۹۰۵ھ میں ایک عام حکم جاری کر دیا گیا کہ ہر شخص جو مسلمان ہے وہ عیسائیت قبول کر لے ورنہ کوئی بھی شخص جہاں کہیں بھی پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گی۔ مورخین کے مطابق سقط غناطہ کے بعد تیس لاکھ مسلمانوں نے ہجرت کی۔ باقی ماندہ میں سے ظاہر ہے کہ کچھ نے تو ضرور ہی عیسائیت قبول کی ہو گی اور جن لوگوں نے عیسائیت قبول نہیں کی اور نہ ہی ہجرت کر سکے انہیں قتل کر دیا گیا۔ اس طرح اپسین پر مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ تغلب اور حکمرانی کے بعد انہیں اپنے کرتو توں کی سزا یوں ملی کہ ان کا ارض اندلس سے اس طرح صفائی کر دیا گیا کہ وہاں سے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔ ایک بھی کلمہ قسم کھانے کو بھی نہ چھوڑا گیا۔

نادر شاہ کی سفرا کی

اسی طرح نادر شاہ ۱۷۴۷ء میں قلعہ دہلی سے ہاتھی پر سوار باہر نکلا اور دہلی میں قتل عام کا حکم دے دیا۔ اس حکم کے بعد وہ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر تلوار نیام سے باہر نکلا کر بیٹھ گیا جو اس بات کی علامت تھی کہ اب قتل عام زور شور سے جاری ہو۔ اس حکم کے سنتے ہی گھوڑوں اور پیل فوجیوں نے ایک دم سے شہر یوں پر پہلے بول دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سپاہیوں نے گھروں میں گھس گھس کر نہ صرف لوٹ مار چاہی بلکہ قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا، مقتولوں کی بیویوں اور بیٹیوں کو بھی زبردستی لے بھاگے۔ مکانوں کو آگ لگادی۔ اس ایک روز کی کارروائی میں نادر شاہ درانی نے ایک لاکھ باشندوں کو قتل کر دیا، ہزاروں باپر دہ خواتین کی بے حرمتی ہوئی، عصموں کے آگئیں سرعام ٹوٹتے رہے۔ جب سڑکیں اور بازار لاشوں سے اٹ گئے اور شہر میں زندگی کی نشانیاں ناپید ہو گئیں، انسانوں سے آباد محلے قبرستان کی طرح خاموش ہو گئے تو نادر شاہ نے تلوار نیام میں کر لی۔

لیکن نادر شاہ نے جب خون ریزی بند کرنے کا حکم دیا، دہلی، مردوں کی بستی بن چکی تھی، ہر طرف لاش ہی لاش تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گلی سڑکی لاشوں سے جو ٹوپن چھیلا وہ ہفتلوں جاری رہا اور وبا میں پھوٹ پڑیں، جن پر قابو پانے کے لئے ہنگامی اقدامات کے طور پر تمام لاشوں کو پورے شہر سے جمع کیا اور انہیں آگ میں جلا دیا جاتا رہا جن میں ہندوؤں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی لاشیں بھی تھیں۔

نظام عالم اور امتِ مسلمہ

جہنوں نے تمام مقبوضہ اور محروم سے مسلم آبادیوں کو اپنے قاہر انہ اور جابر انہ شکنخے میں جکڑ رکھا، جہنوں نے آبادیوں اور شہروں پر قبضہ کر کے ان کا قتل عام کیا، انہیں جلایا، لوٹا، زد و کوب کیا، ان کی عزتوں سے کھیلا، انہیں غلامی کی صعبوتوں میں بٹلا کیا، انہیں گھروں سے بے گھر کیا، ان کی زمینیں ان سے چھین لیں، انہیں ترک وطن پر مجبور کیا، شہروں اور دیہاتوں کو ویران کر دالا، نسل کشی کی، غرض کے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتے تھے اور ان کو ان کی اپنی بہیمیت اور سفا کیت نے انہیں جو کچھ بھی بھایا، ان پر بے در لغ عامل ہوئے۔ ان کی غلامی کی زنجیروں میں مسلم ممالک کے پروئے جانے کی تاریخ سے ایک مختصر سی جھلک پیش ہے۔

۱۵۰۸ء میں پرتگالیوں نے مسقط پر حملہ کر دیا اور قبضہ کر لیا۔ ۱۵۱۵ء میں پرتگالی انڈونیشیا میں داخل ہو گئے اور پھر ڈچ نے بھی اس کے کچھ حصوں پر اپنی نوآبادیات قائم کر لیں۔ ۱۵۱۵ء میں روسیوں نے مسلمانوں کی ریاست قازان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۵۱۵ء میں انہوں نے استراخان پر قبضہ جمالیا۔ ۱۵۸۲ء میں سائیبریا روں کے قبضے میں چلا گیا۔ ۱۶۱۷ء میں روسیوں نے قازق مسلمانوں کے علاقے پر ہاتھ صاف کیا اور ان کی زمینیں چھین لیں، ان کو جلاوطنی پر مجبور کر دیا گیا اور آبادی کی آبادی قتل کر کے ویران کر دی گئی۔ ۱۶۲۵ء میں انگریزوں نے پلائی کی جنگ بیت کر ہندوستان کے ایک حصے پر اپنی حکمرانی قائم کر لی، ۱۶۲۷ء میں بکسر میں فتحیاب ہو کر اپنی حکومت کو کافی وسعت دے دی اور بالآخر ۱۶۹۹ء میں میسور پر بھی قبضہ کر لیا۔ غرض کس ۱۸۰۸ء میں مغلیہ سلطنت پوری طرح انگریزوں کے زیر اقتدار آچکی تھی، یہاں تک کہ ۱۸۰۸ء میں نام نہاد مغلیہ سلطنت کا بھی خاتمه کر دیا گیا اور پورے ملک ہندوستان کو برطانیہ کا استعمار بنا لیا گیا۔ ۱۷۷۱ء میں روی فوجوں نے کریمیا پر حملہ کر دیا اور ۱۷۸۳ء تک آتے آتے پورے ملک کریمیا پر قبضہ کر لیا۔ کریمیا کے کسانوں کی زمینیں چھین لی گئیں اور ان پر ہر طرح کاظلم و ستم ڈھایا گیا۔ ۱۷۸۲ء میں برش ملاکشیا میں در آئے اور رفتہ تمام ملائی ریاستوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ اٹھارہویں صدی کے درمیان بروئی کے بیشتر حصے یوروپی استماریت کے حوالے ہو گئے اور بالآخر ۱۸۸۸ء میں پورا ملک برطانیہ کی تحویل میں آ گیا۔ ۱۸۹۸ء میں فرانس نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۰۰ء کے قریب جزائر مالدیپ پر انگریزوں کی بالادستی قائم ہو گئی۔ ۱۸۰۸ء میں برطانیہ نے سیمیرالیون پر اپنا قبضہ جمالیا۔ انیسویں صدی کے اوائل میں فرانس نے مڈغاسکر کو اپنی حکمرانی

مغری استعماریت

سو ہویں صدی عیسیوی سے لے کر بیسویں صدی عیسیوی تک محدودے چند ممالک کو چھوڑ کر پوری مسلم دنیا کے بعد مگرے دوسروں کی غلامی کی زنجیروں میں جاگرتی چلی گئی۔ مغربی اور یورپی قومیں انہیں لقمہ ترسیج کر ان پر بے تحاشا ٹوٹ پڑیں اور مسلط ہوتی چلی گئیں اور آبادی کی آبادی چٹ کرتی چلی گئیں۔ یہ وہ قومیں ہیں جو نہایت ہی ظالم و جابر ہیں، اللہ تعالیٰ کی فاقس اور باغی

مسلمان طالموں کی غلامی میں

دین اللہ سے پہلو تھی اور وگردانی کرنے اور اللہ سے بے خوف اور آخرت سے بے پرواہو کر اپنی زندگی کو ہوا وہوس کے حوالے کر دینے، عیش کوشی اور دنیا پرستی میں محو ہو کر رہ جانے کی بنیاد پر پے در پے عذابوں میں بنتا کر دئے جانے کے بعد بھی امت مسلمہ کے افراد بحیثیت مجموعی علمی و جہالت، اخلاقی پستی و حیا سوزی، بد کرداری اور بے راہ روی، آپس کی ناقاقی و شکمش ہی میں بنتا رہے، نظامِ حق کے قیام و ترویج سے یکسر منحرف ہی رہے، اللہ کی عبادت و اطاعت کے برکس طاغوتوں اور شیطانوں ہی کی بندگی بجالاتے رہے تو ان کے حق میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ ان ظالموں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے تاکہ یہ ان کے ظلم و ستم تلے پتے رہیں، کراہتی رہیں اور ان کے تلوے چاٹھتے رہیں اور وہ انہیں ایڑلگاتے رہیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا:

دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ (آل عمران: ۱۳۹)

لیکن اللہ کی یہ نعمت انہیں پسند ہی نہ آتی تھی، اس لئے انہوں نے اپنی حالت کو بد لئے کی کوشش نہیں کی بلکہ یہ فتن و نبور ہی کا اعادہ کرتے رہے۔ طاغوتوں کی عبادت و بندگی کو ترجیح دیتے رہے۔ نظامِ حق سے دور رہنا ہی اپنے لئے پسند کیا۔ اس طرح یہ غضب و عذاب کو خود ہی دعوت دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے:

عن قریب تمہیں ایسے لوگوں سے بڑنے کے لئے بلا یا جائے گا جو بڑے زور آور ہیں۔ تم کو ان سے جنگ کرنی ہوگی یادہ مطیع ہو جائیں گے۔ اس وقت اگر تم نے حکم جہاد کی اطاعت کی تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا، اور اگر تم پھر اسی طرح منہ موٹ گئے جس طرح پہلے منہ موٹ چکے ہو تو اللہ تم کو دردناک عذاب دے گا۔ (فتح: ۱۶)

میں شامل کر لیا۔ ۱۸۲۶ء تک داغستان کے سواتم انٹرانس کا کیشیاروں کے قبضے میں آچکا تھا۔ ۱۸۳۰ء میں فرانس الجزاير پر قابض ہو گیا اور ۱۸۳۸ء میں پورے ملک کو اپنے تسلط میں لے آیا۔ ۱۸۳۹ء میں برطانیہ نے عدن پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۴۱ء میں فرانس نے گابون کے ایک حصے پر قبضہ جمالیا اور پھر ۱۸۴۵ء میں پورا گابون اس کی استعماریت میں شامل ہو گیا۔ ۱۸۴۳ء میں برطانیہ نے گیمبیا کو اپنی نوازدی قرار دی۔ ۱۸۴۳ء میں فرانس نے جزائر قمر کو اپنی تحولی میں لے لیا۔ ۱۸۴۶ء میں رو سیوں نے قراقشان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۴۹ء میں فرانس نے گنی پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا اور ۱۸۵۸ء میں مکمل طور پر قابض ہو گیا۔ ۱۸۵۸ء میں رو سیوں نے داغستان پر قبضہ جمالیا اور منصرف ہو گیا۔ ۱۸۶۲ء میں رو سیوں نے سیر جار کے مقام پر بخارا کی فوج کو شکست دے دی۔ ۱۸۶۴ء ہی میں فرانس نے لبنان اور سینیکال پر مکمل قبضہ کر لیا۔ ۱۸۶۸ء میں روی سرقد کے قریب دریائے زوفشاں کے کناروں تک پہنچ گئے اور سمرقند جو علم و ادب کا مرکز تھا رو سیوں کے حوالے ہو گیا۔ پھر بہت جلد بخارا بھی رو سیوں کے تسلط میں آگیا۔ ۱۸۷۳ء میں خیوار رو سیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ اس کے بعد مرو پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۸۸۱ء میں فرانس نے بیمن کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ ۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ دوسرا طرف رو سیوں نے آذربایجان کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ ۱۸۸۳ء میں فرانس نے ٹونس کو اپنی تحولی میں لے لیا۔ ۱۸۸۴ء میں جمنی نے کیروں پر اپنا تسلط جمالیا۔ پھر جنگ اول کے بعد اس کے کچھ حصے کو برطانیہ اور باقی حصے کو فرانس نے اپنی اپنی تحولی میں لے لیا۔ ۱۸۸۵ء میں صومالیہ کے ایک حصے پر برطانیہ، ایک حصے پر فرانس اور باقی حصے پر ۱۸۸۷ء میں اٹلی نے قبضہ کر لیا۔ ۱۸۹۰ء میں ایک طرف اٹلی نے اریٹیا پر اپنی استعماریت قائم کر لی تو دوسرا طرف برطانیہ نے تنزانیہ پر اپنا تسلط جمالیا۔ ۱۸۹۳ء میں فرانس نے مغربی سودان پر مکمل طور پر قبضہ جمالیا۔ ۱۸۹۵ء میں برطانیہ نے یوگینڈا پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ ۱۸۹۶ء میں فرانس نے برکینا فاسو پر اپنا قبضہ جمالیا۔ ۱۸۹۹ء میں برطانیہ نے کوویت کو اپنی تحولی میں لے لیا اور سودان پر قابض ہو گیا۔ انیسویں صدی ہی کے اوخر میں متحده عرب امارات کی سبھی ریاستیں شمال بحرین اور شام برطانیہ کے ماتحت آچکی تھیں۔ اسی طرح پرتگالیوں نے عرصہ دراز تک موزمبیق پر اپنی حکمرانی مسلط رکھی اور فرانسیسیوں نے آئیوری کوست پر اپنا تسلط جمائے رکھا۔ ۱۹۰۰ء میں فرانس نے نایجیریا پر پوری طرح اپنا تسلط قائم

کر لیا۔ ۱۹۰۳ء میں فرانس نے موریتانیہ کو اپنی محروم سریاست قرار دے لیا۔ اور ۱۹۲۰ء میں اسے اپنی نوازدی کا درجہ دے دیا۔ ۱۹۱۲ء میں اسپین نے شمالی مراقبہ یعنی ریف پر اور فرانس نے مراقبہ کے باقی حصوں پر اپنا قبضہ جمالیا۔ ۱۹۱۶ء میں ایک طرف برطانیہ نے قطر کو اپنے ماتحت کر لیا اور دوسری طرف اٹلی نے لیبیا پر اپنی نوازدی قائم کر لی۔ ۱۹۱۶ء میں سوویت روس نے ازبکستان کو اپنے قلمرو میں شامل کر لیا اور ۱۹۱۸ء میں ترکمانستان کو اپنے ممالک کا حصہ قرار دے لیا۔ ۱۹۲۰ء میں برطانیہ نے اردن کو اپنی تحولی میں لے لیا۔ ۱۹۲۲ء میں سوویت روس نے تاجکستان کو اپنے میں ختم کر لیا۔ ۱۹۲۸ء میں فلسطین پر مغربی اقوام نے بزرگ قوت یہودیوں کا سطح مسلط کر دیا کہ اسرائیل کے نام سے انہیں ایک ریاست بخش دی اور وہاں کے باشندوں کو یہودیوں کا غلام بننا پڑ گیا وہ ملک بدر ہو کر زندگی گزارنے پر مجبور کر دیئے گئے۔ پھر ۱۹۲۶ء میں ریاست اسرائیل کے ذریعہ بیت المقدس مسلمانوں سے چھین لیا گیا۔ ۱۹۲۷ء میں افغانستان روی فوجوں کے حوالے ہو گیا۔ جنہوں نے ۱۹۹۰ء میں افغانستان کو خالی کیا لیکن پھر ۱۹۹۲ء میں امریکیوں نے اس پر قبضہ کر کے اسے تباہ و بر باد کر ڈالا۔ ۱۹۹۱ء میں عہد فاروقی کے بعد پھر سے جزیرہ العرب میں یہود و نصاریٰ واپس آگئے۔ ۱۹۹۳ء میں امریکیوں نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ کر پورے عراق پر قبضہ کر لیا اور ایک بار پھر پورے ملک کو تباہ و بر باد کر ڈالا۔ اور اب ایران کی باری ہے۔ اس پر حملہ کرنے اور تاخت و تاراج کرنے کے لئے پرتو لے جا رہے ہیں۔ کسی بھی وقت وہاں قیامت خیزی ممکن ہے۔

غلامی کی حرماں نصیبی

یہ ذلت آمیز غلامی اور مکحومی، ظلم و بربریت، قتل و خون، سفا کی وہیمیت اور نسل کشی و بے حری بھی اپنے ساتھ لائی۔ تاریخ سے غلامی کے چند واقعات بطور مثال پیش ہیں:

رو سیوں نے قازان اور استراخان کی مسلم ریاستوں اور اپنے آس پاس کے تمام مسلم علاقوں پر قبضہ کر کے ان پر اپنی بالادستی قائم کر لی۔ اس طرح روس ایک اتنا بڑا ملک بن گیا کہ ۱۹۹۰ء تک پوری دنیا کے چھٹے حصے کو اپنے قلمرو میں شامل کر چکا تھا، جس کے مغربی سرے سے مشرقی

نظام عالم اور امت مسلمہ

مسلمانوں کی آبادی کا تخمینہ تین کڑو روسے زائد کا تھا۔ جب کہ ۱۹۳۹ء میں سرکاری مردم شماری کے مطابق یہ تعداد گھٹ کر دو کڑو رچالیس لاکھ تھی۔ اس طرح بائیس سالوں کے دوران ان میں اضافے کے باوجود سائٹھ لاکھ کی کمی ہو گئی۔ اس طرح ایک اندازے کے مطابق کم از کم ایک کڑو رہنماؤں کا صفائی کر دیا گیا۔ روسیوں نے افغانستان پر قابض ہو کر ۱۹۷۹ء سے لے کر ۱۹۸۹ء تک دس لاکھ بے قصور افغانیوں کو قتل کر دیا۔

بغض اختصار یہ گھر خراش داستان صرف روی روسیا ہوں کی پیش کی گئی ورلد نیا کی تمام ہی تو میں انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے حق میں کم و بیش ایسی ہی سفا کی اور درندگی کا مظاہرہ کرتی رہی ہے، اور آج بھی کر رہی ہے۔ خود ہندوستان میں برطانوی تساطع اور اس کے نتیجے میں ان کی بے دردی و بے رحمی، سنگ دلی و سفا کی، ظلم و بربریت اور قتل و غارت گری، اپنی مثال آپ ہے۔

۱۸۵ء—برطانوی بربریت

مقبرہ ہایاں میں بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری کے ساتھ ۱۸۵۷ء کی انقلابی جدوجہد م توڑ گئی۔ یوں تو ۱۸۵۷ء (سال وفات اور رنگ زیب عالمگیر) سے ۱۸۵۸ء تک کسی مغل بادشاہ کا زمانہ ایسا نہیں گز را جو عکین حادثات اور خونین واقعات سے خالی ہو۔ لیکن آخری حادثے میں مغیله سلطنت کی تباہی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی آگ کے دریا میں جھونک دیا گیا۔ انگریزوں نے شاہی خاندان کے افراد کے علاوہ مسلمان عماں دین، علماء، امراء، اور عام مسلمانوں پر مظلوم کے جو پہاڑ ڈھائے وہ ایجاد، چلتیز، ہلاک، تیمور اور نادر شاہ پر گوئے سبقت لے گئے۔ انگریزوں کے خود اپنے مورخوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ جذبہ انتقام میں بھیت کی حد تک چلے گئے تھے۔ جان فکلسن نے ایڈورڈ کولکھا کہ ہمیں دہلی میں عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کی زندہ کھال اتنا نے یا انہیں جلانے کا قانون منظور کرنا چاہیے۔ اسی طرح سرکاری سطح پر جو ہدایات جاری کی گئیں وہ بہت سخت تھیں۔ مثلاً جزل نیل نے مجرمی نالذ کو لکھا جو کانپور مکہ فراہم کرنے جا رہا تھا کہ میگوں کے دیہات اور گرد نواح پر حملہ کرے انہیں بتاہ کر دیا جائے، تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے، فتح پور پر حملہ کیا جائے، پٹھان محلوں کو تباہ کر کے وہاں سب کو قتل کر دیا جائے اور ان کو عبرت کی مثال بنادیا

سرے تک تقریباً دس ہزار کلومیٹر کا فاصلہ تھا اور شمال سے جنوب تک چھ ہزار کلومیٹر، جس کے مشرقی سرحد پر صبح ہوتی تو مغربی سرحد پر شام ہو رہی ہوتی۔ روسیوں نے یہ طریقہ اپنار کھا تھا کہ ریاستوں، علاقوں، شہروں اور آبادیوں کو قتح کرنے کے بعد انہی مقبوضہ آبادیوں پر ہر طرح کے ظلم و ستم، سفا کی و بربریت اور خون خرابی کا زبردست سلسلہ شروع کر دیتے۔ بے تحاشا مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیتے۔ انہیں غلامی کی زنجروں میں جکڑ دیتے۔ ان کے گھروں کو لوٹ لیتے۔ عورتوں کی بر سرعام آب دریزی کرتے اور پھر انہیں قتل کر کے ان کی لاشیں چینک دیتے تاکہ وہ سر گل جائیں۔ قتل عام کر کے شہر کے شہروں کو رہیا کر دیتے۔ لوگوں کی زمینیں چھین کر انہیں جلاوطن کر دیتے۔

سوویت روس نے جس قدر سعی پیمانے پر اور منظم طریقے سے مسلمانوں کا قتل عام کر کے انہیں بخوبی سے اکھاڑ پھینکنے اور مٹا دالنے کے منصوبے پر عمل کیا، بالخصوص جوزف اسٹالن کے زمانے میں روسیوں کی سفا کی اور درندگی کے سامنے چنگیز خاں، ہلاکوخاں اور تیمور کی وحشیانہ خون ریزیاں بھی یعنی ہیں۔ ان ظالموں کی ٹولیوں ہی سے اٹھنے والے لوگ بھی اقرار کرتے ہیں کہ انسانوں اور خصوصاً مسلمانوں کے قتل عام میں روی کیونسٹ ماضی کے سفاک سے سفاک ترین وحشیوں پر بھی سبقت لے گئے۔ ۱۹۳۷ء میں فاقہ خانہ بدشوں کو بستیوں میں آباد ہونے پر مجبور کیا گیا، لیکن وہ لوگ مزاحم ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ دس لاکھ سے زائد فاقہ مسلمان ہلاک کر دیئے گئے۔ ۱۹۴۲ء میں کریمیا کے تمام مسلمان تاتاریوں کو روی فوج کے تاتاری افسروں اور سپاہیوں سمیت پکڑ لیا گیا اور قازقتان کے برفستانوں میں بھیج دیا گیا تاکہ وہ برف میں جم کر رہ جائیں۔ ان سزا پانے والے تاتاریوں کی تعداد تین لاکھ تھی۔ جنوبی جارجیا سے دولاکھہ ترک اور گرڈ مسلمانوں کو نومبر ۱۹۴۲ء ہی میں کسی ظاہری سبب کے بغیر گھروں سے نکال کر قازقتان کے دور راز مخدودیرانوں میں ڈال دیا گیا۔ ان میں سے کم از کم چچاس ہزار افراد راستے کی صعبوتوں کے باعث دم توڑ گئے۔ ان کا واحد جرم جس کی انہیں سزا دی گئی وہ ان کا مسلمان ہونا تھا۔ ۱۹۴۲ء ہی میں چیچنیا اور انگشیتیا کے بیش تر مسلمانوں کو گرفتار کر لیا گیا اور سزا بیسیریا جلاوطن کر دیا گیا۔ اسی کے ساتھ کراچے اور بیلقاء کے علاقوں کے مسلمانوں کو بھی جلاوطن کر دیا گیا۔ ان جلاوطن مسلمانوں کی تعداد آٹھ لاکھ سے زائد تھی۔

غرض کر کے ۱۹۴۷ء میں کیونسٹ انقلاب آنے سے قبل تک روی زاروں کی مسلم دشمنی کے تحت انہیں ختم کرنے کی کوششوں کے باوجود روس کے مقبوضہ یا اس کے ماتحت مسلم علاقوں میں

نظام عالم اور امت مسلمہ

صرف لاشیں ہی لاشیں پڑی ہوتی تھیں۔ جنہیں کتے، بلی اور دیگر جانور بھجنبوڑتے نظر آتے تھے، یا گدھوں کی بہار آئی ہوئی تھی۔

پھانسیوں کا سلسلہ دہلی کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی روا رکھا گیا۔ اللہ آباد اور کانپور کے علاقوں میں فوجی افسر نیل نے پھانسی کا ایسا بازار گرم کیا کہ رکارڈ قائم ہو گئے۔

غرض کہ بے دردی، سفا کی اور شقاوتوں میں انگریزوں نے تاریخ کے شہرت یافتہ فاتحین کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اور ایسے ایسے مظالم ڈھائے جن کو تن کر لیکھ منہ کو آتا ہے۔

اس طرح وہ خیر امت جس کو اللہ تعالیٰ نے چارہ گربنا کراٹھا کھڑا کیا تھا وہ خود ہی چارہ جو بن کر رہ گئی، غیروں کے سامنے حرم کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو کر رہ گئی اور ایشیاں رکڑ رکڑ کر جان گنوتی رہی۔

اور پھر جب مصیبتیں نازل ہوتی ہیں تو ان کی لپیٹ میں صرف ظالم، غاصب، فاسق، فاجر، ملعون، مشرک، شریر، فتنہ پرور اور فتنہ جو ہی نہیں آتے بلکہ ان کے درمیان رہنے پسندے والے نیک اور صالح لوگ بھی لپیٹ جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں نیک لوگوں کی دعائیں بھی مقبول نہیں ہوتی ہیں خواہ وہ اپنے حق میں دعائیں یا اور وہوں کے حق میں۔

۱۹۲۳ء۔۔۔تبہی خلافت عثمانیہ

۱۹۲۳ء میں نمائشی خلافت عثمانیہ کا سرکاری طور پر خاتمه کر دیا گیا اور خلافت کو بچانے کی جدوجہد میں مصروف عثمانیوں کی رگوں سے سارا خون نچوڑ لیا گیا۔ بلقان کی جنگ میں ان کے لاکھوں جوان قتل ہو گئے۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کا بے حساب جانی نقصان ہوا۔ شاید ہی کوئی گھرانہ ہو جہاں کسی نہ کسی کاخون نہ بہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی ترکستان کا جغرافیہ ہی بدلتا گیا۔ وہ سلطنت جو کبھی موجودہ ترکی کے علاوہ انا طولیہ، آسٹریا، ہنگری، مصر، ٹیونس، یونان، مراغش، جزیرہ نماۓ عرب، شام، فلسطین، عراق، رومانیہ، مالدیویا، ٹرانسلوینیا، یونان، جزیرہ کریٹ، جزیرہ قبرص، رومیلیا، بلغاریہ، آرمینیا، آنٹیلیگریو، سرپیا، یونسیا، ہر زیگو ویینا، داغستان، آذربائیجان، کارابا، باغ، کریمیا وغیرہ پر مشتمل تھی، جو تین براعظموں سے مغلک چالیس لاکھ مرد ریع میل سے زائد رقبہ پر محیط، کڑوں کی آبادی پر مشتمل وسیع و عریض سلطنت تھی، ۱۹۲۴ء تک آتے آتے سمسٹ کر اب ایک چھوٹی سی ریاست بن کر رہ گئی جہاں صرف ترکی بولنے والے آباد ہیں:

جائے۔ چنانچہ ان ہدایات پر سختی سے عمل کیا گیا۔ اللہ آباد، کانپور اور دہلی میں جیسے ہی ب्रطانوی دستے پہنچے، بے دریخ قتل عام شروع کر دیا گیا۔ دہلی میں بے شمار لوگوں کو پھانسیاں دے دی گئیں۔ بقول مولانا غلام رسول مہر ۱۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی میں انگریزوں نے جو آگ بھڑکائی تھی اس میں مہینوں تک شہر دہلی کا سرمایہ جان و مال و آبر و خس و خاشاک کی طرح جل جل کر خاکستر ہوتا رہا۔ انگریزوں کے ظلم و بربریت کے سامنے نادر اور تیموری کی خون ریزیاں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔“

۱۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کو جب انگریزی فوج شہر میں داخل ہوئی اور اس کے کافی حصے پر قبضہ کر لیا تو شہر کے مسلمان باہر بھاگنے لگے، بے شمار لوگ بیوی بچوں کو لے کر دیہاتوں اور جنگلوں میں چلے گئے، جہاں جرام پیشہ گو جوروں اور میواتیوں نے انہیں لوٹا شروع کر دیا۔ ہندوؤں کی بیشتر آبادی مقیم رہی کیوں کہ انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ قبضہ کے بعد تین دنوں تک انگریزی فوج کو دہلی میں کھل کر لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی سرکاری طور پر اجازت دے دی گئی۔ شہر بدر ہونے والے مسلمانوں کو مارچ ۱۸۵۸ء تک واپس آ کر آباد ہونے کی اجازت نہ تھی۔ وہ ایسی کس میسری کی حالت میں تھے کہ ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ لیے کہ ان میں سے کسی کے پاس کچھ تھا بھی تو اسے گوجوں اور میواتیوں نے لوٹ کر انہیں ننگا کر دیا تھا۔ چنانچہ اس عرصے میں بے شمار مسلمان جنگلوں اور ویرانوں میں سک سک کر مر گئے۔ دوساری تک مسلمانوں کو دہلی میں خصوصی اجازت نامے کے بغیر چلنے پھرنے کی اجازت نہ تھی اور وہ بے روز گار تھے۔ مسلمانوں کی بڑی بڑی حویلیاں اور وسیع مکانات انگریزوں نے ضبط کر لئے اور ہندوؤں کو والاٹ کئے جاتے رہے۔ مولانا غلام رسول نے سید کمال الدین حیدر کی ”قیصر التواریخ“ کے حوالے سے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں اور ان کے اجنبیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی ہلاکتوں کی تفصیل اس طرح لکھی ہے: ”ستائیں ہزار اہل اسلام نے پھانسی پائی، سات دن بر اور قتل عام ہوتا رہا۔ جس کا حساب نہیں۔“ گویا مرنے والے مسلمانوں کی مجموعی تعداد پھانسی پانے والوں سے بھی زیادہ تھی۔ انگریزوں کے علاوہ سکھوں نے بھی مسلمانوں کا بے دریخ خون بھایا اور انہیں خوب لوثا۔ ان کے علاوہ ویرانوں میں بھوک پیاس اور بیماری سے مرنے والوں کی تعداد الگ ہے، جس کا حساب نہیں محتاط اندازے کے مطابق اس طرح مرنے والے مسلمانوں کی تعداد کم از کم ایک لاکھ سے لے کر دو لاکھ کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ شہر تقریباً خالی ہو چکا تھا۔ ہر طرف سنائے کا عالم تھا اور

اور ہم نے کئی ایسی بستیاں ہلاک کر دیں جو اپنی خوش حالی ویش پر نازل تھیں، پھر ان کی جگہ وہاں کم ہی لوگ پھول سکے اور بالآخر ان سب کے وارث ہم ہی ہوئے۔ (اقصص: ۵۸)

دیگر بتاہیاں

۱۹۹۶ء تا ۱۹۹۲ء کے دوران سریبوں کے ہاتھوں تقریباً دولاٹھ چالیس ہزار بوسنیائی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ایک لاکھ بوسنیائی عورتوں اور بچیوں کی نسلی تطہیر (Ethnic Cleansing) کے نام پر جتنی تشدید اور اجتماعی آبروریزی کا ناشانہ بنایا گیا۔ اس سے کچھ ہی کم تعداد کو لاپتہ کر دیا گیا اور باقی ماندہ لوگوں کو دوہشت زدہ بنا کر رکھ دیا گیا۔

زینپا، ترزلہ، سر بر زیکا کی بڑی مسلم آبادیاں دیکھتے آنکھوں سے اوچھل ہو گئیں۔

صرف ایک رات ۱۹۹۵ء کے درمیان سر بر زیکا کے بیس ہزار مسلم نوجوان اور بچوں کو بے دردی سے قتل کر کے موت کی نینڈ سلا دیا گیا۔ بالائے غضب یہ کہ یہ سانحہ عظیم اس شہر میں پیش آیا، جس کی نگرانی اقوام متحده کی فوج کر رہی تھی۔ نوجوانوں کو قتل کر کے اجتماعی قبروں میں ڈال دیا گیا۔ عورتوں اور نو عمر بچیوں کو قید کر کے انہیں جنسی ہوں کا نشانہ بنایا گیا۔ ساری دنیا نے ان دردناک مناظر کو جزوں کی صورت میں اپنی آنکھوں سے ٹیلی ویژن کے پر دے پر دیکھا۔

سریپا کے پاس جنگی جہاز، میزائل، ٹینک اور بکتر بندگاڑیوں کا ذخیرہ تھا۔ جب کہ بوسنیائی مسلمانوں کے پاس اپنی دفاع کے لئے بندوقیں بھی نہ تھیں اور اس پر مستزدیہ کہ اقوام متحده کے ذریعہ بوسنیائی مسلمانوں کے اسلحے کی فراہمی پر پابندی عائد کردی گئی اور سرب فوجوں کو نسلی تطہیر کا پورا موقع فراہم کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آدھی سے زیادہ بوسنیائی مسلم آبادی ختم ہو گئی۔

صدام حسین کو مہرہ بنا کر کوویت کا مسئلہ کھڑا کیا گیا اور اس مسئلے کو بہانہ بنا کر امریکہ نے اپنے اتحادیوں کی حمایت اور تعاون کے ساتھ عراق پر اس قدر بمباری کی کہ پچھلے دنوں شائع ہونے والے اقوام متحده کی رپورٹ کے مطابق ان بھوں کے اثرات سے صرف پچاس لاکھ سے زائد شیرخوار بچے قلمہ اجل بن گئے۔

اسی اثنامیں روی درندگی نے بھی ایک بار پھر سرا بھارا۔ روئی فوجوں نے چھپیں مسلمانوں کا

قتل عام کیا۔ رپورٹ کے مطابق دسمبر ۱۹۹۷ء سے جون ۱۹۹۶ء تک چالیس ہزار غیر فوجی عوام کو موت کی نینڈ سلا دیا گیا، جب کہ حقیقی اموات اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس بے تحاش قتل عام کے نتیجے میں دولاٹھ چھپیں انگشتیا کے اوسیتاں علاقے میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح سے چھپیا سے تقریباً آدمی آبادی یا تروئی بربادی کا شکار ہو گئی یا ملک چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کر دی گئی۔ گروزی کا شاید ہی کوئی گھر بچا ہو جس پر روئی فضا سائی نے بھم باری نہ کی ہو۔

ادھر گروزی سے لے کر راجیو تک مسلمان آگ میں بھوکے جا رہے تھے اور وہ خون سے لت پت تھے، ادھر غاصب صیہونی فوجوں نے فلسطینی عوام کو نیست و نابود کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ اسرائیلی فوجوں نے نہ صرف اسکول جاتے ہوئے یعنی بچوں پر بے تحاشہ گولیاں چلا کر انہیں بھون ڈالا بلکہ معصوم فلسطینی بچوں کو ٹینکوں تلنے بھی کچل ڈالا گیا اور شیرخوار بچوں کو ان کی ماوں سے چھین چھین کر آسمان میں اچھال اچھال کر گولیوں سے اڑا کر قتفیت ہے لگائے گئے۔

پھر ۱۱ ستمبر کا واقعہ پیش آتا ہے جس کی بغیر کسی ثبوت کے ساری ذمہ داری افغانستان کی طالبان حکومت کے سر تھوپ دی گئی۔ حالاں کہ بے چارے کہاں افغانستان کے ننگے بھوکے لوگ اور کہاں عالمی تجارتی مرکز (World Trade Centre) پر ہوائی جہاز سے اعلیٰ تکنالوژی اور اعلیٰ مہارت کے ساتھ حملہ، ان میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ بھوٹان نے اپنے راکٹ مرنٹ تک پہنچا دیئے ہیں۔ بہر حال ۲۰۰۱ء میں بے چارے افغانی عوام کو اس ناکردار جرم کی پاداش میں ایسی دردناک سزا دی گئی کہ انسانیت کا نپ اٹھتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے افغان آبادی کا ایک بڑا حصہ موت کی آغوش میں چلا گیا اور طالبان حکومت کا خاتمه کر دیا گیا۔

دوا اور غذا کی عدم فراہمی کے باعث نیم مردہ عراقی عوام پر ۲۰۰۳ء میں امریکی اور برطانوی فوجیں ایک بار پھر پورے لاٹکنکر اور جدید اسلحوں کے ساتھ حملہ آور ہو گئیں اور پورے عراق کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ دہشت گردی کی اس بدترین شکل کو دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terror) کا نام دے دیا گیا۔

امریکہ کی متعدد رپورٹیں اس سلسلے میں منظر عالم پر آچکی ہیں، جن کے مطابق امریکہ نے افغانستان، عراق اور ایران پر حملے کا فیصلہ ۱۱ ستمبر سے قبل ہی کر لیا تھا۔ پھر اس تمریکے واقعہ کو بہانہ بنا کر ان پر حملے کے لئے جواز فراہم کرنے کی سازش رپی گئی۔

بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب کر دیتے ہیں اور اس کے عزت داروں کو ذلیل و رسوایا کر دیتے ہیں۔ بس یہی سب کچھ وہ کیا کرتے ہیں (اچھائی کی ان سے امید رکھنا ہی غلط ہے)۔ (انمل: ۳۲)

کہاں تو وہ عالم تھا کہ مسلمانوں کے دم قدم کی برکت سے مشرق و مغرب کو روشنیاں مل رہی تھیں، سکھ چین اور خوش حالی ان کے قدم چورم رہی تھیں، ان کے لئے حق و انصاف کے دروازے کھلتے جا رہے تھے اور انسانیت کا مفہوم ان کے ذہنوں میں مرتم ہو رہے تھے۔ لیکن جب خود مسلمان نظام حق --- دین اللہ سے مخرف ہو گئے، اللہ کی نازل کی ہوئی روشن ہدایات سے چشم پوشی اختیار کر لی، احکام خداوندی کو یکسر بدال ڈالا، دنیا پرستی، عیش پسندی، جھوٹی شان و شوکت اور ظلم و زیادتی کے دلدادہ ہو گئے اور مختلف النوع جہتوں سے آپسی اختلافات میں بنتا ہو گئے۔ ایک دوسرے خون کو حلال کر لیا، یہود و نصاریٰ کی نقاپی شروع کر دی، ان سے رفاقت و معاشرت کی پیگنیں بڑھانے لگے، اپنے ہی بھائیوں کے خلاف ان کی حمایت اور معاونت کے جو یا ہو کر ان کے سامنے جب سائی کرنے لگے اور یہود و نصاریٰ اور دوسری قوموں کی ان تمام خرابیوں میں بنتا ہو گئے جن سے انہیں بچنے اور جن کے قریب بھی نہ پہنچنے کی سخت تاکید کی گئی تھی، تو ایسی صورت میں اسلام دشمن عنصر اور ان ہی قوموں نے جنمیں مغضوب اور ضالمین کے خطابات سے نوازا گیا تھا، نظام عالم پر بڑی ہی آسانی اور سرعت کے ساتھ قابض و متصرف ہونا شروع کر دیا۔ وہ تو موقع ہی کی تلاش میں تھے۔ اور پھر یہ کوہ قابض اور متصرف ہی نہیں ہوئے بلکہ مغلوب و محکوم مسلمانوں پر ہر طرح کے ظلم و تشدد کو روارکھا، ان کا عرصہ حیات تنگ کر کے رکھ دیا، ان کو نیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی اپنی سی ہر طرح کی کوششیں کر ڈالیں، ان کی عزت و آبرو کو غاک میں ملا دیا، انہیں محکومی و غلامی کی ذلت آمیز زنجروں میں جکڑ دیا اور ذلیل و خوار بنا کر کھچھوڑنے کے لئے طرح طرح کے تھکنڈے آزمانے لگے، حتیٰ کہ وہ سب کچھ کرنے لگے جو شیطان اور ان کے شاگرد کر سکتے تھے:

اے انسان! تجھے جو بھلائی بھی ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے اور جو مصیبت بھی تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب عمل کی بدولت ہے۔ (الناء: ۹)



یہود

یہود نے ساری دنیا بخوبی مسلم ممالک اور علاقوں پر غلبہ و تسلط قائم کرنے کے لئے بذریعہ پہلے تقریباً پوری دنیا کو یوروپ کے مختلف ممالک، اپین، پرتگال، روس، جرمنی، اٹلی، فرانس اور برطانیہ کے حوالے کیا۔ پھر ان قطبوں کی تعداد بذریعہ لگٹائی جاتی رہی۔ اس طرح اپین، پرتگال، جرمن اور اٹلی کی استعماریت رفتہ رفتہ کم یا ختم ہوتی چلی گئی۔ بالآخر فرانس اور برطانیہ کو بھی اپنی اپنی قطبیت سے ہاتھ دھونا پڑا اور ان سکھوں کی جگہ ادھراً مریکہ کے نفوذ و اثرات بڑھتے چلے گئے، یہاں تک کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد روس اور امریکہ دو قطب میدان میں رہ گئے۔ پھر جب ان دونوں کی بھی ضرورت باقی نہ رہی تو روس کو بھی چاروں خانے چت گردادیا گیا اور اب دنیا میں صرف ایک قطب امریکہ باقی رہ گیا ہے اور امریکہ کے گرد ساری دنیا کو تابع کر دیا گیا، اس لئے کہ یہود کو اپنی عالمی حکومت کا مرکز امریکہ ہی کی سر زمین کو بنانا تھا۔

کہنے کو تو آج تقریباً تمام ہی مسلم ممالک اور ریاستیں اغیار کی غلامی سے نجات پا چکی ہیں، وہ آزادی کی سانس لے رہی ہیں، ان کی حکومتیں خود ان کے اپنے ہی ہاتھوں میں ہیں، اپنی مرنسی اور خواہش کے مطابق اپنی زندگی گزار رہے ہیں، کوئی ان کے سدر اہ نہیں ہے، یہاں تک کہ بعض حکومتیں تو انتہائی تیز رفتار ترقی کی راہوں پر گام زن ہونے کا دعویٰ تک کرتی ہیں، اپنی خوش حالی اور فارغ البالی کا جشن بھی مناتی ہیں، لیکن یہ سب کچھ محض دھوکہ ہے۔ اول تو یہ ممالک جو اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں، اصلاً آزاد نہیں ہیں۔ ہاں ان کی غلامی کی شکل ضرور بدلتی ہے، ورنہ ان کی مخلوقی اور غلامی میں ذرہ برابر کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ اب مغربی حکمران نظام حکومت کو چلانے اور قائم رکھنے کیلئے براہ راست اپنی ہی قوم اور اپنے ہی ملک کے نمائندوں کو نہیں بھیجتے اور نہ ہی انہوں نے اپنی فوجیں ہر ملک میں معین کر رکھا ہے، بلکہ ریبوٹ لنٹرول کے ذریعہ اپنے ملک کے نمائندوں اور اپنی فوج کے بغیر اپنے ہی ملک سے بیٹھے بیٹھے وہ سب کچھ کر لیتے ہیں جو ان

نظام عالم اور امت مسلمہ

اس طرح کے لوگوں سے دنیا یکسر خالی نہیں رہی اور ہر طرح کے فتنہ و فساد، بعد عقید گیوں، ضلالتوں، جہالتوں اور بدعتوں کے خلاف وہ صفت آرا بھی ہوتے رہے اور جو کچھ بھی اور جتنا کچھ بھی لوگوں کے دست برداشتے پھانظر آیا، اس کے وجود کو برقرار رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کی حقیقت الامکان کوششیں بھی کرتے رہے۔ لیکن اول تو ایسے لوگ معاشرے میں نہایت ہی قلیل اور بے بضاعت اور بے بساط ہوا کرتے ہیں۔ لہذا، ارباب اقتدار اور ارباب اثر و سورخ کی حشر سامانیوں کے مقابلہ میں وہ بے لمس تھے، ان کی آوازیں تادریق ائمہ نہیں رہ سکیں۔ ان کے کارنا مول کے رکارڈ بھی محفوظ نہیں رکھے جاسکے۔ دوئم یہ کہ انہیں اپنے پیغامات کے خاطر خواہ مشتہر کرنے کے وسائل مہیانہ تھے۔ تمام ذرائع وسائل پر ان کے مخالفین کا قبضہ تھا۔ لہذا ان کے اثرات معاشرے پر تادریق ائمہ نہیں رہ پاتے۔ حتیٰ کہ آج بھی کوئی حق بات کہہ کر دیکھ لے، ہر چہار اطراف سے دین کے ٹھیکداروں کی جانب سے اس کی کیسی خبری جاتی ہے۔

قوم بنی اسرائیل جس نے اپنے آپ کو قوم یہود کے نام سے موسم کر لیا اور اپنے لیے یہی نام پسند کیا، اور اب یہ اپنے عالم گیر تحریک وطن کے تیجے میں صیہونی بھی کھلاتے ہیں، کی تاریخ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں اسلام سے روگردانی، کفر، فسق، سرکشی اور بغاوت، ہی کی تاریخ نہیں ہے بلکہ اپنے خالق والک، آقا عمر بی اور رازق و منعم اللہ سے اذلی دشمنی کی تاریخ بھی ہے۔ انہیں ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کے دین کو زک پہنچانے، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کو مسخر کرنے اور اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ بنانے، ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم کو وار کھنے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجھ ہوئے رسولوں اور نبیوں کو قتل کر دینے میں بھی ذرا بآک نہ ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ ان کا یہ رویہ رہا کیا ہے تو ان رسولوں کے پیروؤں اور عام انسانوں کے ساتھ وہ جو کچھ کریں تھوڑا ہے۔

قوم یہود کی اللہ تعالیٰ سے دشمنی اس وقت اپنے انتہائی عروج کی پہنچ گئی جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آخری رسول کو ان کی نسل بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں معواث فرمادیا۔ اسی کے نتیجے میں انہوں نے حضرت جبریل امین سے بھی دشمنی کا رویہ اختیار کر لیا جو بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آیا کرتے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق کم از کم حضرت جبریل امین کو بنی اسرائیل کا خیال رکھنا چاہیے تھا کو کہ حکم خداوندی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حق میں کیوں نہ صادر فرمادیا گیا تھا۔ یعنی جس طرح قوم یہود

ممالک پر براہ راست قابض ہو کر کر سکتے تھے۔ ان کا ریکوٹ کنٹرول اس طرح کام کرتا ہے کہ ان کے نمائندے اب حکوم ممالک ہی سے حاصل کر لیے جاتے ہیں جو اپنے آقاوں کے منصوبوں اور فیصلوں کو عملی جامہ پہناتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آج اسلام آباد اور ریاض ہی میں نہیں بلکہ تمام ریاستوں کی سیاسی، معاشرتی، اخلاقی اور تعلیمی پالیسیاں واشنگٹن ہی میں مرتب کی جاتی ہیں، جن کا نفاذ حکوم ممالک میں ہوتا ہے اور جن پر وہ عمل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ دوئم اگر مقابله دیکھا جائے تو موجودہ بالواسطہ غلامی کئی لحاظ سے سابقہ براہ راست غلامی سے بھی بدتر ہے، اس لئے کہ اس وقت ان حکوموں کو اپنی حکومی کا پورا پورا احساس و شعور ہوتا تھا، لیکن اس غلامی میں تو انہیں اپنی غلامی کا احساس و شعور تک نہیں ہے۔ پہلے لاڑڈ ماڈنٹ بن چونکہ لندن سے بھیجا گیا تھا اس لئے اس کی حکومیت کے تحت اس ملک کے لوگ اپنے آپ کو غلام سمجھتے تھے لیکن اب چون کہ پاکستان ہی کے باشندے پرویز مشرف کو واشنگٹن نے اپنا حکم بنا کر پاکستان پر مسلط کر دیا ہے اس لئے اس کی ماتحتی کو پاکستانی اپنی غلامی تصویر نہیں کرتے۔ پھر ان مسلط کردہ حکمرانوں اور دوسرے رہنماؤں کا یہ وظیفہ قرار پاتا ہے کہ وہ جیسے بھی ہو مسلمانوں کے ذہن و فکر کو اپنے آقاوں کے حق میں ہموار کریں۔ چنانچہ پرویز مشرف بھی واشنگٹن ہی کی ہدایت و حکم کے مطابق وہی سب کچھ کر رہا ہے جو لاڑڈ ماڈنٹ بن لندن کی ہدایت و حکم کے مطابق کیا کرتا تھا۔ پاکستان کے تعلق سے سارے کے سارے سیاسی، معاشرتی اور تعلیمی فیصلے واشنگٹن ہی میں ہو کرتے ہیں، جن کی تعمیل پاکستان کے حکمران، رہنماء، مصلحین وغیرہ سمجھی کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اگر ایسا نہ کریں تو خود نہ صرف اپنے عہدوں اور مناصب سے محروم کر دے جائیں گے بلکہ مزید برآں سزاوں کے مستحق قرار پائیں گے۔ اور پھر وہ ایسا کیوں نہ کریں جب کہ ان کے عہدوں اور مناصب ان کے انہیں آقاوں کی دین ہوتی ہے۔ تمام نام نہاد مسلم مملکتوں کے حکمرانوں بشمول حریم شریفین کے گمراں سعودی حکمرانوں تک کا یہی حال ہے۔ یہ معاملہ صرف حکومتی سطح تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ زندگی کے جملہ میدانوں میں امریکی ایجنسٹ ان ہی حکوم قوموں اور برادریوں اور ان کے ہم وطنوں سے منتخب کر کے مسلط کیے جاتے ہیں۔

ایسے ناگفته بہ حالات میں بھی جن لوگوں نے دین اللہ کو اپنے سینے سے لگائے رکھا، اس پر خود بھی عامل رہے اور اس کی بازیابی کی کوششیں بھی کرتے رہے، بلاشبہ وہ قابل مبارک باد ہیں۔

نظام عالم اور امت مسلمہ

دیئے، اسے مختلف مراحل سے گزار کر اس کے زیر و مم او رنوک پلک کو درست کرنے کی پوری پوری کوششیں کرڈا لیں اور اس کی تعریف کے وہ سحر آگئیں گن گانے کے آج دنیا کے تمام طبقے خواہ وہ کسی بھی مذہب و مسلک سے متعلق ہوں، کسی بھی نظر ارضی سے وابستہ ہوں اور کسی بھی قبیلے و معاشرے سے نسلک ہوں، اسے نعمت غیر متربقہ سمجھ کر اس کی ضرورت کے قائل ہو گئے، اسے سر آنکھوں پر بیٹھا لیا اور اپنی اپنی بساط بھر دل کھول کر اس کے گن گانے کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا اور صرف سیاسی شعبدہ بازوں ہی نے نہیں بلکہ ہر طرح کے علم و ادب کے ماہرین، مفکرین اور مجتہدین نے بھی صرف اسے ہی انسانیت کا معراج و کمال قرار دینا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ دنیا کے تمام مذاہب کے رہنماؤں نے بھی صرف اسے ہی انسانیت کے لئے نجات دہنہ عقیدہ و طریقہ کی حیثیت دے دی اور اس کے حق میں فتویٰ صادر کرنا اپنامدہ ہی فریضہ قرار دے لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج ساری دنیا میں جمہوریت کا بول بالا ہو گیا اور ہر چہار اطراف اسی کا ڈنکا بنتے لگا۔ چنانچہ ہر جگہ جمہوریت کی کارفرمائی ہو گئی اور اسی کی فرمائی روائی غالب آگئی، نہ صرف ایوان پارلیمنٹ تک یہ غالب ہو گئی بلکہ دیکھتے دیکھتے سیاسی، معاشرتی، تعلیمی، دینی، اخلاقی، رفاهی، غرض کہ ہر طرح کے اداروں، تنظیموں اور جماعتوں کو جمہوریت کے رنگ میں پوری طرح رنگ دیا گیا۔ ہر جگہ جمہوری اصول و طریقے برائے کار لائے جانے لگے۔ ہر شخص کو ہر معااملے میں جمہوری حقوق حاصل ہو گئے جن حقوق کی حصولیابی اور بازیابی کی کوششیں ہر شخص کی زندگی کا نصب العین قرار پا گیا۔ جمہوریت اور جمہوری اقدار کی پاس داری اور حمایت اور اس کی تنصیب و تنفیذ کو کاررواب سمجھا جانے لگا۔

جمہوریت اور امت مسلمہ

دنیا کی تمام قوموں اور تمام مذاہب کے پیروؤں نے اگر جمہوریت کو دین و دھرم کی حیثیت سے مان لیا اور اس پر عامل ہو گئے تو کچھ تجھ کی بات نہیں ہے، اس لئے کہ انہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ دین و مذہب ہو یا وہ اصول و طریقہ۔ حریت تو اس بات پر ہے کہ مسلمانوں نے بھی اپنے اپنے مسلک و جماعت کے اختلافات کے باوجود جمہوریت کے معاملہ میں بالاتفاق دنیا کی دوسری تمام قوموں کے شانہ بشانہ لبیک کہنا شروع کر دیا اور وہ جمہوری شریعت میں مذہب ”جمہوریت“ کی داغ بیل ڈال دی۔ اس کے عقائد اور اعمال کے تمام تانے بنے بن

اللہ تعالیٰ کی باغی تھی اسی طرح حضرت جبریلؐ بھی اللہ کے باغی ہوتے اور یہودی حمایت کا دام بھرتے تاکہ نبوت کا سلسلہ بنی اسرائیل سے منتقل نہ ہوتا۔ یا پھر وہ اس لئے بھی حضرت جبریلؐ کے دشمن ہو گئے کہ وہ اسی اللہ تعالیٰ کے فرستادے تھے جس اللہ تعالیٰ سے انہوں نے دشمنی کر رکھی تھی۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان تمام متعلقین سے بھی دشمنی روا رکھنا ان کے اصول میں شامل ہو گیا۔ لہذا انہوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں سے بھی دائمی دشمنی کا معاملہ قائم کر لیا جو اپنے آپ کو قبیع رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے جانے اور مانے جاتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اسی طرح یہود نے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، تمام مسلمانوں اور بذات خود اسلام کی دشمنی میں نظام حق کو قسان پہنچانے، اسے بخش و بن سے اکھاڑ پھینکنے، دین حق کی جگہ اپنے ساختہ پرداختہ مذہب کو رواج دینے اور مسلمانوں کو ان کے منصب اور ان کے نصب اعین سے ہٹا کر اپنے وضع کر دہ مذاہب کا قائم بنانے کے علاوہ ساری دنیا پر اپنی من مانی حکومت کرنے، انہیں اپنا حکوم اور غلام بنا لینے کی ہر ممکن کوششوں کو اپنی زندگی کا نصب اعین قرار دے لیا جس پر وہ ہنوز قائم ہیں۔ ان اسباب و محکمات نے انھیں اپنے نئے مذاہب کی بنادالئے کی تحریک دی۔

یہود نے نظام حق سے سرشاری اور بغاوت ہی نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ ہی شیطان اپلیس کے ساتھ جو اسلام اور اولاد آدم کا ازالی وابدی دشمن ہے، دائمی تحالف قائم رکھا ہے۔ وہ اس کے ہر حکم کی تغییل کرتے ہیں اور اس کے اشتراک و تعاون سے ہمیشہ نئے نئے مذاہب کی داغ بیل ڈالتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ یہ بزعم خود اپنے خالق و مالک، آقا و مریبی اور رازق و معم اللہ کو بھی بحیثیت خدا نیچا دکھانے سے نہیں چوکتے۔ ان ہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ وہ حضرت یعقوبؑ کو اللہ تعالیٰ سے کشتنی اڑا کر حضرت یعقوبؑ کو غالب اور اللہ کو مغلوب کر کے دکھاتے ہیں۔ لفظ باللہ من ذالک!

جمہوریت

یہود نے بہت ہی غور و خوض اور صدیوں کی جان فشانی کے بعد بالآخر بزعم خود ایک جامع مذہب ”جمہوریت“ کی داغ بیل ڈال دی۔ اس کے عقائد اور اعمال کے تمام تانے بنے بن

مصروف عمل ہو گئے۔ دین اللہ کی جگہ دین دشمن کو بہتر سمجھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کے مقابلے میں انسانوں کے وضع کرده اصول اور طریقے پر مر منے کے لئے تیار ہو گئے۔ نظامِ حق کے بجائے نظامِ حق کے دشمنوں کی ساختہ پرداختہ جمہوریت کو انسانیت کے لئے نجات دہنہ کی حیثیت دے دی، اسے رفاه عامد اور فلاحِ خلائق کا واحد ذریعہ گردانے لگے۔ رہا دین اللہ کا معاملہ تو اسے محض ایسے تبرک کی حیثیت دے دی گئی کہ اس کا صرف زبان سے اقرار کرتے رہنا ہی کافی ہے، اس کے بعد دین اللہ کا انسانی زندگی کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی غرض کے جملہ امور و معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے ان امور و معاملات میں دین اللہ سے رجوع کرنے کی مطلقاً ضرورت باقی نہیں رہتی، گوک زبان سے یہ دعویٰ بھی کرتے رہیں کہ نظامِ حق زندگی کے جملہ امور و معاملات اور احتیاجات و مسائل میں رہنمائی کرتا ہے اور اسی رہنمائی کو اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے عطا کر دہت قرار دیتا ہے اور دنیا سے لے کر آخوند تک انسانی صلاح و فلاح کی ضمانت کو صرف اسی دین اللہ سے وابستہ کر رکھا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے اوروں کے مقابلے میں ایک قدم اور بھی آگے بڑھا کر اختصاص حاصل کرنے کی کوشش بھی کر دیا ہے، وہ اس طرح کہ جمہوریت کے ہر ایک عقیدے، طریقے اور عمل کو کسی نہ کسی طرح قرآن و احادیث سے سند جواز بھی بخشنے رہتے ہیں۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ ”جمہوریت“ میں واقعی کچھ ایسی خوبیاں پیدا کر دی گئی ہیں کہ ہر طرح کے لوگ اس کی ان خوبیوں کے قائل ہو گئے ہیں اور اس کی مدح سرائی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے، بلکہ معاملہ اس کے برخلاف ہے۔ البتہ اس کی ترویج اور تشهیر کے لئے ابليسی طریقہ تبلیغ اور حکمت عملی کو بروئے کار لایا گیا، اس کے لئے ہر وہ طریقے اور ذرائع استعمال کے جاتے رہے ہیں جن کے ذریعہ شیطانوں نے ہمیشہ ہی انسانوں میں سے وافر تعداد کو اپنے دام فریب میں پھانسا کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ پوری دنیا پر جمہوریت مسلط ہوئی ہے۔

جمہوریت ہی کیوں؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہود نے جمہوریت ہی کو ہر ایک کے لئے نظامِ زندگی کی حیثیت سے کیوں وضع کیا، اور ساری دنیا پر اسی کی حکمرانی وہ کیوں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کی دو خاص

وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ساری دنیا کے تمام لوگوں کو اپنے ماتحت کرنے کے لئے کسی بھی مذہب کو خواہ وہ یہودیت ہی کیوں نہ ہو اختیار کرنے کے نتیجے میں دنیا کی ساری قومیں ان کی جھوٹی میں نہیں آسکتی تھیں۔ اس لئے کہ ہر کسی قوم کا اپنے مذہب سے خواہ وہ جیسا کچھ بھی ہو ایک قوم کا جذبائی لگا وہوتا ہے جس کے نتیجے میں کسی دوسرے مذہب کے نام پر اس قوم کو اس کے مذہب سے کاٹ کر اپنے میں شامل کرنا امر محال ہوتا۔ اس لئے سب سے پہلی ضرورت یہ تسلیم کی گئی کہ جمہوریت کا انتیازی وصف اس کی لامہبیت (Secularism) قرار دی جائے۔ چنانچہ اس کی بنیادی خصوصیت لامہبیت قرار دے دی گئی اور بآسانی دنیا کی قوموں کو سمجھا دیا گیا کہ ہر شخص جو کوئی بھی ہو اور جس کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو اپنے مذہب کو مانتے ہوئے اور انفرادی حیثیت سے اس پر عمل کرتے ہوئے بھی جمہوریت اختیار کر سکتا ہے، جمہوری نظام سے پوری طرح مربوط ہو سکتا ہے اور اپنے جمہوری حقوق سے مستفید بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے خیال کے مطابق مذہب انسانی زندگی کے صرف پرائیویٹ معاملات ہی سے متعلق ہے، جس کا تعلق سیاست و حکومت، معیشت و معاشرت اور نظمات تعلیمات و انتظامات سے نہیں۔ بلکہ محض عبادات و ریاضت، پوچاپٹ اور سماجی رسومات اور طور طریقوں تک محدود ہے۔ اور جب اس مشن میں انہیں پوری طرح کامیابی حاصل ہو گئی تو ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے دنیا کے تمام مذاہب کو ملا کر ایک مذہب بناؤ لئے کی کوششیں بھی شروع کر دی گئیں جس کے نتیجے میں بین المذاہب اشتراک و مفاہمت کی تحریک شروع ہو گئی۔ ان کوششوں کا مقصود اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ تمام مذاہب کے پیروؤں کو جمہوری عقائد اور اعمال سے وابستہ کر دیا جائے تاکہ ان پر یہودی عالمی نظام پوری طرح غالب آ سکے۔ اس کی ترویج و اشاعت کے لئے طرح طرح کے پروگرام رو بعمل لائے جا رہے ہیں، سینما منعقد کئے جا رہے ہیں اور لڑپچکر کی اشاعت ہو رہی ہے۔ ان کے اس ہدف کی پیگیل کے لیے تمام مذاہب سے ایجنت بھی انہیں بآسانی دستیاب ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ مسلمانوں میں سے بھی جن کے پاس اللہ تعالیٰ کا بخشا ہوادین حق اپنی کامل صورت میں موجود ہے۔

جمہوری نظام زندگی وضع کرنے کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ جمہوریت کی شکل میں ایک ایسے نظام حکومت کے تحت تمام نظمات سیاست، معیشت، معاشرت اور تعلیمات بنا کر پیش کئے جائیں جن پر ان کا پوری طرح کنٹرول ہو، کیوں کہ نظام بادشاہت کی صورت میں کسی بادشاہ کی

مجلس اقوام متحده (UNO)

۷۸۹ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر بازل (Basel) میں یہودی دانشوروں کی کافرنس ہوئی تھی جس میں انیس ابواب پر مشتمل دستاویزات تیار کی گئی تھیں۔ اس کے گیارہوں اور انیسویں دستاویزوں میں عالمی حکومت کا خاکہ پیش کیا گیا تھا، بارہویں باب میں پرلیں اور دیگر ذرائع ابلاغ کو قابو میں لانے کی بات کی گئی تھی اور سولہویں باب میں تعلیم کے ذریعے فتنی تظہیر کا منصوبہ پیش کیا گیا تھا۔

اس کے بعد ہی ان دستاویزات کے مطابق عملی کوششیں شروع ہو گئیں۔ ان ہی کوششوں کا نتیجہ دو عالمی جنگیں ہیں۔ یہ جنگیں برپا ہی اس لیے کی گئی تھیں کہ اس کے نتیجے میں ایک نئے عالمی نظام کا ایک مرکز قائم کیا جاسکے۔ چنانچہ پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے دوران امریکی صدر و سن کے سیاسی مشیر کریل مائڈل ہاؤس نے اپنے رفقاء کی مدد سے ایگ آف نیشنز (League of Nations) کے خدمو خال کے مطابق ۷۸۹۱ء میں امریکی صدر و سن نے امریکی قوم کے سامنے ایگ آف نیشنز کی تجویز پیش کی اور با ضابطہ طور پر جنوری ۱۹۲۰ء میں معابر طاقتوں نے اسے قائم کر دیا۔

اس طرح ایگ آف نیشنز کے منصوبہ سازوں نے امریکہ کو مزید ہموار کرنے کے لیے امریکی حکومت کے دروبست پر حادی ہونے کا منصوبہ بھی بناؤالا۔ چنانچہ حکومت کے تمام اجزاء ---عملیہ، مقتنہ اور عدیلہ (Executive, Legislative & Judiciary) کے ساتھ ساتھ ان تمام مرکز پر بھی اپنے اثر و سوخ قائم کرنے اور با ضابطہ طور پر ان میں نفوذ کرنے کی منصوبہ بندی کر لی جن کا کسی طور پر ان کے منصوبے سے تعلق تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کریل ایڈورڈ مائڈل ہاؤس نے خلیفہ طور پر اپنے گروپ کے ساتھ امریکہ کے بجائے اپنے پرانے مرکز لندن میں مشاورتی اجلاس منعقد کیا اور فیصلہ کیا کہ امریکہ میں "امریکی ادارہ برائے عالمی امور" (American Association for world Affairs) نام کا ادارہ قائم کیا جائے۔ پھر ۱۹۲۱ء میں اسے ترمیم کر کے "کنسل برائے روابط خارجہ" (Council of Foreign Relations) کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے ماتحت مختلف ذیلی ادارے بنائے گئے۔ ان میں سے ہر ایک ادارے کے مقاصد متفہیں کر کے انہیں اپنے ہی ماتحت رکھا گیا۔

عسکری حکومت کے تحت یہود کو بسا اوقات زبردست جانی اور مالی نقصانات بھی اٹھانے پڑے ہیں۔ لہذا، انتہائی غور و خوض کے بعد عسکری کے بجائے مالی بنیادوں پر استوار ایک ایسا نظام حکومت و سیاست جمہوریت کے نام سے وضع کرنا ان کی ضرورت تھی جس میں ان کے لئے زیادہ سے زیادہ جانی و مالی تحفظات کی گنجائش باقی رہ سکے۔ اس لئے کہ یہود کو دنیا میں انتہائی قلیل تعداد میں رہتے ہوئے بھی ساری دنیا پر حکومت کرنے کے اپنے منصوبے کو کامیاب بنانا تھا۔

لہذا ہم دیکھ رہے ہیں کہ رفتہ رفتہ ساری دنیا کی تقریباً تمام ہی مملکتوں سے عسکری اور ملوکی استعماریت و حکومت کا خاتمه ہو گیا اور اس کی جگہ مالی فوجوں نے سنبھال لی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام ممالک کے سربراہان اور ان کے نائبین اور ذیلی عہدے داروں کے عزل و نصب کی چوڑی ان ہی یہود کے ہاتھوں میں ہے کہ جسے چاہیں اور جب چاہیں عہدہ صدارت و وزارت پر فائز کر دیں اور جسے چاہیں اور جب چاہیں معزول کر دیں۔ لہذا ہر کوئی ان ہی کے دروازے پر جب سائی کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ ہر ایک طالع آما کو جاہ و منصب کے حصول کے لئے اور تادیران پر قائم و متصرف رہنے کے لئے ان کی شرائط کو ماننا اور ان کے حق میں اپنے عہدہ و اختیارات کو استعمال میں لانا لازمی ہے۔

سیاسی اور اقتصادی مداخلت ہی سے کسی قوم کے اندر فکری، عقائدی، معاشرتی اور شفاقتی امور و معاملات میں مداخلت ممکن ہے۔ لہذا یہود نے مالی وسائل کا زیادہ سے زیادہ استعمال کر کے ہر جگہ بلکہ پوری دنیا پر اپنی سیاسی بالادستی قائم کر لی۔ ساری دنیا کو نظام جموریت کے ماتحت لا کر اور ان کے نکیل اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنی مرضی کے مطابق جمہوری اور جمہوریت زدہ ممالک پر اپنا تسلط قائم کرنے اور برقرار رکھنے کے لئے طریقہ انتخاب وضع کئے۔ اس انتخاب کے ذریعہ یہی وقت بکثرت حکمران منتخب کئے جاتے ہیں، جن میں ظاہر ہے کہ آپس میں ناتفاقی لازماً ہوتی ہے اور جس کی بنیاد پر مسابقت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ یہ مسابقت پیسوں کے بل بوتے پر زیر عمل آتی ہے اور پیسوں کی تھیلیاں لے کر یہ یہود اپنی دکان کھولے بیٹھے ہوتے ہیں۔ مقابلہ آر افریقین یہود کی شرطیں اور وعدوں پر وہ تھیلیاں استعمال میں لاتے ہیں۔ آج ہر ایک پارلیمنٹ کے ایوانوں اور اسمبلی کی مجلسوں میں اس مقابلہ آرائی کے نظارے اچھی طرح دیکھے جاسکتے ہیں۔

نظام عالم اور امت مسلمہ

بنائے جو C.F.R. کا ممتاز رکن تھا۔ ریگن کی حکومت جو تین سوتیہ ارکان پر مشتمل تھی وہ سب کے سب C.F.R. کے ارکان تھے۔ اسی طرح بلکشن نے اپنا عہدہ سنبھالتے ہی C.F.R. کے صدر وارن کرسٹوفر کو اپنی حکومت چلانے کے لیے مطلوب اشخاص کے انتخاب کی پوری آزادی دے دی۔ چنانچہ اس کی حکومت کے بیشتر ارکان بھی C.F.R. کے ممبر تھے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۲ء کو امریکی صدر روز وویٹ اور برطانوی وزیر اعظم چرچل نے ایک عالمی نظام اور دادگئی قیامِ امن کے معاهدے پر دستخط کئے اور کم جنوری ۱۹۴۲ء میں چھیس حلیف ملکوں نے ”مجلس اقوام متحدة“ (United Nations Organisation) کے چارٹر پر دستخط کئے اور اس معاهدے کی تصدیق کی۔ پھر جنوری ۱۹۴۳ء میں امریکی وزیر خارجہ کارڈویل ہیل نے اپنی صدارت میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے تمام ممبر C.F.R. سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کمیٹی نے اقوام متحدة کے قیام کی تجویز کا مکمل خاکہ بنایا کہ امریکی صدر کو پیش کر دیا جس نے ۱۵ جون ۱۹۴۳ء کو امریکی عوام کے سامنے اس ادارے کے قیام کا اعلان کر دیا۔ پھر ۲۶ جون ۱۹۴۵ء کو سان فرانسیسکو میں اقوام متحدة کے چارٹر کا عمومی اعلان کیا گیا جس پر دنیا کے پچاس ممالک نے دستخط کئے۔ اس اعلامیے میں فوجی کونسل کے قیام اور استعمال کو بھی ان ممالک نے منظور کر لیا۔ اسی طرح دستور ساز کمیٹی میں چوں کہ C.F.R. کے ارکان کی غالب اکثریت تھی اس لیے تمام دفعات بلاکسی پس و پیش کے اکثریت سے منظور کر لیے گئے۔ اس طرح یہودی عالمی حکومت کی بنیاد میتھکم ہو گئی، یہاں تک کہ جون ۱۹۴۵ء میں ملکوں کے اندر وہی معاملات میں باقاعدہ مداخلت کو قانونی حیثیت بھی دے دی گئی۔

پوری دنیا پر اقتدار قائم کرنے کے لیے تھوڑے ہی دنوں میں کئی ذیلی ادارے قائم کر دئے گئے اور ان اداروں کو ساری دنیا میں متحرک کر دیا گیا جو ظاہر ہے کہ تمام نظمات زندگی پر اپنا تسلط قائم کرنے کے موثر ہے ہیں۔ ان میں سے چند اہم اداروں کا ذکر کیا جاتا ہے:

I.C.A.O.(International Civil Aviation Organisation) 1944

I.B.R.D (International Bank for Reconstruction and Development) 1944.

F.A.O.(Food and Agriculture Organisation) 1945.

U.N.I.C.E.F.(United Nations Children's Education Fund) 1946

نظام عالم اور امت مسلمہ

مثلاً— تجارتی کونسل (Asian Business Council) ایشین اسٹری ٹیوٹ (Atlantic Committee Institute) اٹلانٹک کمیٹی (United World Federalist) وطنی کمیشن (Territorial Commission) وغیرہ۔

C.F.R.

کونسل برائے روابط خارجہ (C.F.R.) نے وجود میں آتے ہی خارجہ امور (Foreign Affairs) کے نام سے اپنا ترجمان نکالنا شروع کر دیا۔ اس ادارے کے ارکان نے جو سب کے سب یہودی تھے امریکی حکومت کے ٹیکس میٹنڈ (Tax Exempted) بڑے بڑے اداروں، میڈیا اور میٹکوں کے علاوہ ڈیموکریٹک اور ریپبلکن پارٹیوں اور اسٹر نفوذ کے دوسراے مرکز پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر ڈیلی کار بیگی، فورڈ فاؤنڈیشن، راک فیلڈ فاؤنڈیشن اور نیو یارک ٹائمز یہاں تک کہ تمام امریکی ٹی وی اسٹیشنوں پر قبضہ جمالیا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جو قوم مہاجر بن کر بے سرو سامانی کے عالم میں ۱۹۴۷ء میں امریکہ آئی تھی، بڑش استعماروں کے ہاتھوں ۱۹۴۷ء میں تیرہ ریاستوں کے اشتراک سے اپنی حکومت کا باضابطہ اعلان کیا تھا اور پھر بہت جلد وہ تیرہ ریاستیں پچاس ریاستوں میں منقسم ہو گئیں اور ان کا وفاق بنا تھا، وہ یہوداں طرح اب امریکہ پر پوری طرح حاوی ہو چکے ہیں اور امریکہ کے تمام دروبست پر پوری طرح ان کا کنٹرول ہے۔ حالاں کہ اب بھی ۱۹۸۶ء میں صد امریکیوں کے مقابلے میں یہودی کی آبادی امریکہ میں صرف دونیصد ہے۔

امریکی صدر روز وویٹ سے لے کر صدر رونالڈ ریگن تک نو امریکی صدور کے خارجہ امور کے مشیر مسٹر جان میکا لے کا کہنا ہے کہ ہمیں جب بھی امریکی حکومت کے لیے کل پرزوں کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم سب سے پہلے C.F.R. کے مرکزی دفتر نیو پارک سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ C.F.R. کے غیر معمولی اثر و نفوذ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۵۲ء سے لے کر اب تک امریکہ کی دنوں سیاسی پارٹیوں ڈیموکریٹ (Democratic) اور ریپبلکن (Republican) نے امریکی صدارت کے لیے جتنے لوگوں کو نام زد کیا ہے ان میں سے رونالڈ ریگن کے سوا سھوں کا تعلق C.F.R. سے تھا۔ اور رونالڈ ریگن کے C.F.R. سے تعلق نہ ہونے کا مدارک بھی اس طرح کر لیا گیا کہ اسے مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا نائب جاری بخش کو

نظام عالم اور امت مسلمہ

مذکورہ بالا ادارے براہ راست اقوام متحده کے ماتحت یہودی عالمی حکمرانی کے لئے کام کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ساری دنیا پر اپنے اقدار کے قیام اور استحکام کے لئے مختلف قسم کے این جی اوز (N.G.O.s) (Non Governmental Organisations) کا پوری دنیا میں ایک زبردست ہمہ جہت اور ہمہ گیر جال پھیلایا ہوا ہے۔ مثلاً

H.R.C. (Human Rights Commission)

ہیومن رائٹس کمیشن

H.R.W. (Human Rights Watch)

ہیومن رائٹس واچ

Amnesty International

ایمنسٹی ایٹرنسٹیشن

Red Cross

ریڈ کراس

Red Crescent

ریڈ کریسٹنٹ

Action Aid

ایکشن ائیڈ

Population Council

پاپولیشن کونسل

P.O.W. (Prisoners of War)

پریزنس آف وار

E.C.C.D. (Early Child hood

ارلی چائلڈ ہاؤڈ کیسرائینڈ ڈیپمنٹ

Care and Development)

برائے صنعتی ترقی

W.F.P. (World Food Programme)

ورلڈ فوڈ پروگرام

C.R.Y. (Child Relief and you)

چائلڈ ریلیف اینڈ یو

Save the Children

سیودی چلڈرن

U.S.A.I.D. (United States Agency
for Industrial Development)

یونائیٹڈ اسٹیٹس ایجننسی

D.F.I.D. (Dept for international
Development)

ڈپارٹمنٹ فار انٹرنیشنل ڈیپمنٹ

وغیرہ این جی اوز کی شاخیں دنیا کے ہر ایک خطے اور علاقے میں پھیلا دی گئی ہیں حتیٰ کہ انسانی معاشروں کی تمام اکیوں تک پہنچادی گئی ہیں۔
اس قسم کے تمام ادارے دراصل دو قسم کے کارنا مے انجام دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ساری دنیا

نظام عالم اور امت مسلمہ

U.N.E.S.C.O. (United Nations Education, Scientific and Cultural Organisation) 1946.
W.B. (World Bank) 1946.

W.M.O. (World Meteorological Organisation) 1947

G.A.T.T (General Agreement on Tariffs and Trades) 1947

I.M.O. (The International Maritime Organisation) 1948

I.F.C (International Finance Corporation) 1956

I.D.O. (International Development Organisation) 1960

U.N.C.T.A.D. (United Nations Conference on Trade and Development) 1964

U.N.D.P. (United Nations Development Programme) 1965

I.L.O. (International Labour Organisation) 1969

U.N.I.D.O. (United Nations Industrial Development Organisation) 1985

W.T.O. (World Trade Organisation) 1995 GATT (کی جگہ)

U.N.G.A. (United Nations General Assembly)

U.N.S.C (United Nations Security Council)

I.C.J. (International court of Justice)

I.M.F. (International Monetary Fund)

W.H.O. (World Health Organisation)

I.R.C. (International Red Cross)

N.P.T. (Nuclear Non-Proliferation Treaty)

I.A.E.A. (International Atomic Energy Agency)

U.N.C.S.T.D. (United Nations Conference on Science and Technology for Development)

U.N.C.E.D. (United Nations Conference on Environment and Development)

U.N.E.P. (United Nations Environment Programme)

N.I.D.O. (United Nations Industrial Development Organisation)

I.C.P.D. (International Conference on Population and Development) etc.

سے ہر قسم کی خبریں یہود اور ان کے مختلف مرکز کو پہنچانے کے بہت بڑے ذرائع ہیں گو کہ ان اداروں کے قیام و عمل کے مقاصد کچھ اور ہی بتائے جاتے ہیں اور اس تعلق سے ان کی کچھ کار کر دیا جائیں بھی دکھائی جاتی ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ اقوام متحده کی وضع کردہ پالیسیوں کی تبلیغ و اشتاعت اور ترویج و تشویہ کا فرضیہ انجام دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ کسی بھی سماجی، معاشی، رفاهی، اصلاحی، تعلیمی اور مذہبی مقاصد کے تحت وجود میں آنے والے اداروں، جماعتوں، تنظیموں اور فرمومیں ان کے افراد باضابطہ طور پر شامل ہوتے ہیں جو ان اداروں، جماعتوں، تنظیموں اور فرمومیں کی پالیسیوں، منصوبوں اور کار کر دیکھوں سے یہودی مرکز کو آگاہ رہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ بالواسطہ طور پر اقوام متحده کے مشورات کی ترویج و تشویہ اور ان پر عمل آوری کی مثالیں بھی قائم کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً حقوق نسوان، حقوق انسانی، اشتراک و معاہمت بین المذاہب، انسداد و ہشت گردی وغیرہ۔ یہ تمام تر کوششیں دراصل ساری دنیا کو عقاہد و اعمال دونوں طرح سے ایک طرف اقوام متحده کے زیر اثر لانے کی زبردست کوششیں ہیں اور دوسرا طرف ہر قوم بالخصوص مسلمانوں کو ان کے اپنے دین و مذہب اور تہذین و ثقافت سے بے گانہ اور منقطع کر دلانے کی مذموم چالوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو سیاسی، معاشی، تعلیمی اور اخلاقی ہر لحاظ سے نہایت ہی پسمندہ بنانے کر کھ دینے اور بیش از بیش جانی اور مالی تباہی و بر بادی کی نذر کر دینے کی منصوبہ بند سازشیں ہیں۔

صدیوں کی محنت و کاؤش کے نتیجے میں ترتیب دیئے ہوئے یہود عالمی نظام کی پالیسی اور اس کے منصوبے کے مطابق جب امریکہ نے لیگ آف نیشنز(League of Nations) اور مجلس اقوام متحده (United Nations Organisation) کے راستے پوری دنیا پر اپنا اقتدار قائم کر لیا، تمام ممالک پر اپنی گرفت مضبوط کر لی اور دنیا کی تمام حکومتیں اپنے اختیارات مل مل طور پر کھو دئے اور اقوام متحده کے آگے سرنگوں ہو گئے تو جنگ خلائق ۱۹۹۱ء کے بعد امریکہ نے اس عالمی نظام کا کھل کر ”نیو ولڈ آرڈر“ (نیا عالمی نظام New World Order) کے نام سے اعلان کر دیا، جس کے لئے بعد میں پھر گلوبلائزیشن (Globalisation) کی اصطلاح بھی استعمال کی جانے لگی۔ یہ اعلان اس بات کی علامت تھی کہ اب اس بحیثیت قوم یہودی حکومت اور بحیثیت ملک امریکہ کے اقتدار کو چینچ کرنے والا یا اس کے مقابل کوئی بھی ملک باقی نہ رہا اور نہ ہی کوئی طاقت سدر اور رہ گئی، بلکہ ساری دنیا ہر لحاظ سے مکمل طور پر اس کے قبضہ میں آگئی اور دنیا کی

ساری قوموں کو اپنا غلام و حکوم بنا لینے کا وہ پورا پورا مجاز ہو گیا۔ چوں کہ یہودی عالمی حکومت کا اصل ہدف اسلام کو مٹا دالنا، مسلمانوں کو زیر تسلط لے آنا، انہیں حکوم بنا لینا اور مسلمانوں کی نام نہاد حکومتوں کو برداہ راست اپنی تحولیں میں لے لینا ہے اس لئے یہودی عالمی حکومت امریکہ کی علم برداری میں ممالک کے اندر وہی معاملات میں مداخلت کا بڑے پیانے پر سلسلہ جنگ خلائق سے شروع کرتی ہے۔ اقوام متحده کی سلامتی کو نسل نے اپریل ۱۹۹۱ء میں قرارداد پاس کر کے عراق کے اندر وہی معاملات میں مداخلت کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق عراق کو تباہ و بر باد کرنے کے ساتھ ساتھ غذائی اشیاء کی درآمد اور برآمد پر پابندی عائد کر دی گئی یہاں تک کہ پڑوں کی قیمت پر بھی پہرے بٹھا دیئے۔ اور پھر تمام ملکوں میں اس طرح کی مداخلت کا دروازہ چوپٹ کھول دیا گیا۔ لہذا بوسنیا، ہیتنی اور صومالیہ میں بھی کھیل پوری طرح کھیلا گیا اور جزوی طور پر لیبیا، لمبودیا، لاہوریا، ناچیجیریا، سوڈان اور انگولا میں بھی کھیل ہوتا رہا۔ اور کسووا میں تو مسلمانوں کی نسل کشی کا نیا مذموم طالمانہ طریقہ ناٹو (North Atlantic Treaty Organisation-N.A.T.O) افواج کی سر پرستی میں اختیار کیا گیا۔ افغانستان میں اس قدر بم برسائے گئے کہ آبادی تو آبادی پہاڑوں تک کی خیریت نہ رہی۔ اور ایک بار پھر عراق کو ہس نہس کر کے رکھ دیا گیا۔ یہاں تک کہ عراقیوں کی جان و مال کی تباہی و بر بادی کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ یہ سلسلہ عراق تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بعد ایران نشان زد ہو چکا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو چار سالوں کے وقف و قفعے سے ایک ایک کر کے تمام مسلم ممالک کو تباہ و بر باد کر دینے کا منصوبہ بنارکھا گیا ہے۔ موجودہ عالمی نظام جو قوم یہود کی ساختہ پر داختہ ہے، جس کے تمام تانے بانے یہود یوں کی اسلام اور مسلم دشمنی کے ناپاک عزم اور منصوبے کا نتیجہ ہیں اور عالمی نظام کی وضع کردہ تہذیب و ثقافت جسے مغربی تہذیب و ثقافت کہا جاتا ہے کی سربراہی بحیثیت قوم مکمل طور پر یہود کے ہاتھوں میں ہے، اور بحیثیت ملک امریکہ کے ہاتھوں میں۔ یہود بینادی طور پر شیطان کے جارح کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا مشن نظام خداوندی، دین حق اور فطرت انسانی کو منہدم کر کے ان کی جگہ شیطانی نظام فکر و عقیدہ اور اعمال و اشغال کو جاری اور نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ نظام حق کی ہر طرح سے اور ہر حال میں مخالفت کرنا اور دین فطرت و انسانیت کے بالکل برعکس

راستے پر ڈال دیا جاتا ہے۔

س تہذیب و ثقافت کا پرچار کرنے اور اس کو رواج دینے کے لئے جنسی تعلیم، پورنو گرافی، معنی حمل ادویات، فیشن شو، پلچر پروگرام، مقابلہ حسن، پب ٹکھری وغیرہ جیسی گندی، خرب اخلاق اور خشیزیں عام کی جا رہی ہیں جن کی بنا پر عرب یانیت اور بے حیائی، بے لگام اختلاط مردوزن، جنسی بے راہ روی اور آوارگی پروان چڑھ رہی ہیں اور عرفت و عصمت، تہذیب و شاسترگی، اخلاق و انسانیت اور شرافت و منیت کا گلا گھونٹا چاہ رہا ہے۔

میکی ڈونالڈ، کے ایف سی، پڑا ہٹ، پڑا ان فتم کے امریکی فاسٹ فوڈ کے علاوہ چینی، میکی ٹکنیکی، اطالوی وغیرہ کے مختلف قسم کے کھانوں کا مسلم ممالک میں خصوصیت جاپانی، میکی ٹکنیکی، اطالوی وغیرہ کے مختلف قسم کے کھانوں کا مسلم ممالک میں خصوصیت کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے جن کھانوں میں حرام حلال کی کوئی تینر نہیں ہوتی۔ اس طرح کے کھانے مغرب اخلاق کے ساتھ ساتھ مضر صحت بھی ہیں۔

ن کے علاوہ اس تہذیب و ثقافت میں اسپورٹس کے نام سے یہ ولعب کو ایک کامیاب حریب کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کے ذریعہ ہر آنے والی نسلوں کے دل و ماغ پر فٹ بال، والی بال، ٹینس، ٹیبل ٹینس، کرکٹ وغیرہ کو اس قدر مسلط کر دیا جاتا ہے کہ ان کے سامنے نہ تو دوسرا مسائل ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کھیلوں کے علاوہ انہیں کچھ اور سوچنے سمجھنے اور ان پر وقت لگانے کی فرصت ہوتی ہے۔ نوبت بہاں تک پہنچ گئی ہے کہ جب کبھی کوئی کھیل شروع ہو جاتا ہے تو اسکو لوں، کالجھوں، گرفتوں، دکانوں، بسوں، ٹرینیوں، بازاروں اور گھروں میں غرض کہ ہر جگہ سماں کی ربانوں پر بس کھیل ہی کے چرچے ہوتے ہیں، چلتے پھرتے، سوتے بیٹھتے، کھاتے پیتے ہر حال میں بس اسی پر تبصرے، اسی کے تذکرے، اسی کی گتھیوں میں وہ لمحے اور نہیں سلسلھاتے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس ”تہذیب و ثقافت“ کی ترویج و اشاعت کے لئے اور اسے رواج دینے کے لئے سیلہ بڑ اور جدید مواصلاتی ٹکنیک کے تحت ٹیلی و ویژن، انٹرنیٹ، موبائل وغیرہ جیسے ذرائع کا استعمال کیا جاتا ہے جو عام لوگوں تک جلد سے جلد پہنچانے کے آسان ذرائع ہیں۔ پھر ادب و ثقافت کے نام پر اخبارات، رسائل اور جرائد میں مختصر اخلاق، عریائیں اور فحش تصاویر کی بھرمار

ظلام زندگی اور تہذیب و ثقافت کو جاری اور نافذ کرنے کی کوشش کرنا ان کا نصب اعین ہے۔
چنانچہ دین اللہ کی بخشی ہوئی پیشتر حلال اور جائز امور و معاملات کو اس تہذیب و ثقافت نے حرام،
ناجائز اور ناحق قرار دے دیا ہے اور دین اللہ کے تمام منوع، حرام، ناجائز اور نا حق چیزوں کو حلال،
جائز اور لازم تسلیم کر لیا ہے اور ساری دنیا پر اسے غالب کرنے کے وہ تمام ذرائع و وسائل استعمال
کر رہے ہیں جو کچھ بھی ان کے میں ہے۔

MNCs

مخصوص تہذیب و ثقافت کو سارے عالم میں برپا کرنے کے لئے لکیشراقوائی ادارہ جات (Multi-National Corporations) کے نام سے ایک زبردست مالی فوج کو میدان میں اتار لایا گیا ہے۔ بین الاقوامی کمپنیوں نے ساری دنیا پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں ساری دنیا کی دولت سمٹ کر آگئی ہے اور دنیا کی ساری اقوام کی قسمت ان کے ہاتھوں میں بند ہو گئی ہے۔ البتہ، سستق، آنتمانہ، ایک رسمی نہیں کہ بلکہ یہ میں

یہ کثیر الاقوامی ادارہ جات اقوام متعدد کے ذریعہ حسب ذیل طریقوں سے شیطانی نظام کے تقام و استحکام اور ان کی بالادستی کی کوششیں کر رہے ہیں:

تہذیب و ثقافت کے نام پر بے ہنگمی، بدنگائی، بے غیرتی، بے حیائی، بے وفائی،
بداخلاقی، بدکرداری، بدچلنی، بدزبانی، بدنظمی اور تمام مخرب اخلاق کردار و اعمال کا
ہر چار اطراف دار دورہ ہے۔

فیشن کے نام پر بیوی پارلر، مساج سینٹر، کاسمیٹیک ٹلچر، ٹورزم وغیرہ جیسی چیزوں کو مشترہ کر کے اور انہیں ضروریات زندگی قرار دے کر ان کے ذریعہ فاشی اور عربیانیت کی زبردست و با پھیلا دی گئی ہے۔ پھر ان کی تقویت اور کشش کے لئے فیشن کے نام پر آئے دن عجیب عجیب قسم کے بے ننگم اور عریاں لباس اور ان کی تراش خراش کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور کاسمیٹیک آئٹمز کی نئی نئی فلٹس میں اختراع کی جاتی ہیں۔

آزادی نسوان اور حقوق نسوان کا زوردار راگ الاپ کر عروتوں کو بازاروں، کلبوں اور ہر طرح کی مجلسوں اور مغلبوں میں لا کر انہیں بے حیائی، بدکرداری اور بے وقاری کے

اس تہذیب و ثقافت کو تمام گھروں سے لے کر دفتر و دکانوں اور کارخانوں تک کوائی پیٹ میں لے چکی ہیں، اس طرح کوئی بھی انسان سے بچ کر نہیں رہ سکتی۔ دنیا کی دوسری قوموں کے شانہ بشانہ مسلمان بھی ان میں رچے بسے اور گھلے ملے ہوتے ہیں۔ دوسری قوموں اور مسلمانوں میں کوئی فرق و امتیاز باقی نہیں ہے، بلکہ مسلم ملکوں میں یہ دبائیں۔ بہت سارے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں زیادہ تیز رفتاری سے چھیلتی جا رہی ہیں۔

شروع میں جب عام مسلمانوں کا نصب الین خوفِ خدا، آخرتِ طلبی، شرافت و دیانت اور حق و انصاف کی علم برداری تھی، وہ نظامِ حق کے قبیع اور اسلام کے چلتے پھرتے نمونے تھے اور شریعت کو اور اس کی عملی پابندی کو عزیز رکھتے تھے، تو وہ جہاں کہیں بھی گئے اور جس جگہ ہی رہے، وہاں نہ صرف انہوں نے اپنی اخلاقی اور شرعی اثرات لوگوں پر مترحم کئے بلکہ بیش از بیش لوگ ان کے ہاتھوں اسلام قبول کرتے چلے گئے، اس حقیقت کے باوجود کہ دونوں ہی جانب کے لوگ بالعلوم ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف ہوتے تھے۔ اور کہاں اب حال یہ ہے کہ یہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوتے ہیں، زندگی کے جملہ امور و معاملات میں خواہ وہ تہذیبی ہو کہ ثابتی، سیاسی ہو کہ معاشی، خانگی ہو کہ معاشرتی، دوسروں کے شیطانی اثرات قبول کرتے چلے جاتے ہیں اور شریعت اور دینِ حق کی قطبی پروانہیں کرتے ہیں اور انہیں بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔

جب مسلمان دینِ حق سے مخرف ہو گئے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ روشن ہدایت و تعلیمات سے پشم پوشی اختیار کر لی، احکام خداوندی کو یکسر بدال ڈالا، دنیا پرستی، عیش پسندی، جھوٹی شان و شوکت اور ظلم و زیادتی کے دل دادہ ہو گئے، مختلف قسم کے آپسی اختلافات میں بیٹلا ہو گئے، ایک دوسرے کے خون کو حلال کر لیا، یہود و نصاری اور دوسری قوموں کی نقلی شروع کر دی، انہیں دوست بنانے اور ان کی حمایت کے حصول کے لئے ان کے سامنے گھٹنے میکنے شروع کر دئے اور یہود و نصاری اور دوسری قوموں کی ان تمام خرابیوں اور برا بیویوں میں بیٹلا ہو گئے جن سے انہیں انہائی سخت تاکید کے ساتھ باز رہنے کو کہا گیا تھا، ایسی صورت میں وہی اسلام دشمن عناصر اور وہ قومیں جنہیں مغضوب اور رضالین کے خطابات سے نواز اگیا تھا، نظام عالم پر بڑی ہی آسانی اور سرعت کے ساتھ قابض اور متصرف ہونے لگیں، یہ تمام اسلام دشمن عناصر تو موقع ہی کی تلاش میں تھے۔ اور پھر وہ قابض و متصرف ہی نہیں ہو گئے بلکہ مغلوب اور مکحوم مسلمانوں پر ہر طرح کاظم و تشدد روا رکھا، ان کا عرصہ حیات تنگ کر کے رکھ دیا، اور ان کو بخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی انہائی کوششیں کروالیں، ان کی

عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیا، انہیں مکھوی و غلامی کی ذلت آمیز زنجیروں میں جکڑ دیا اور ذلیل و خوار بنا کر رکھ چھوڑنے کے لئے طرح طرح کے ہتھنڈے آزمائے گئے، حتیٰ کہ وہ سب کچھ کرنے لگے جو شیطان، اس کی ذریت اور اس کے شاگرد کر سکتے تھے۔

یہ سب کچھ اس لئے ہوتا رہا ہے کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اور ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا اور ان ظالموں اور سفاکوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ جب مسلمانوں نے دوسروں کی بندگی و اطاعت شروع کر دی تو اللہ نے بھی انہیں ان، ہی کے حوالے کر دیا جن کی بندگی و اطاعت کا وہ دم بھرنے لگے کہ جیسا وہ چاہیں ان کے ساتھ سلوک کریں: اور جو بھی مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب و عمل کی بدولت ہے۔ (النساء: ۷۶)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لوگ خود ہی اپنے اپنے ظلم کرتے ہیں۔ (یونس: ۲۲)

اور ان کی یہ حالت اس وقت تک نہیں بدلتی جب تک کہ اس کے بدلنے کے لئے خود کو نہ بدلا جائے: بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہیں بدلتی۔ (الرعد: ۱۱)

چنانچہ موجودہ حالات کو بدلنے کے لئے اپنے آپ کو بدلتا ہی ہو گا۔ اور اس کا ایک ہی حتمی، آفاقی اور ابدی طریقہ ہے جو رب العالمین کا عنایت کر دہ ہے۔ صرف اسی طریقے کو حق و صداقت اور صلاح و فلاح کا واحد طریقہ مانتے اور قبول کرتے ہوئے اپنے آپ کو مطلقاً اس کے حوالے کرنا ہو گا۔



اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس طرح کا ایمان معتبر ہے، جس کا اپنے ہر ایک بندے سے اللہ تعالیٰ تقاضا کرتا ہے، کن عقائد و اعمال کو قبول کرنے اور ان کو مکا حقہ پورا کرنے کے بعد ایک شخص مون کھلانے کا حقدار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، برکتوں اور نصروتوں سے مستفیض ہونے کے قابل ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں فلاح و کامرانی کی بشارتیں صادق آتی ہیں، اس تعلق سے یہاں قرآن کریم سے صرف چند اشارے پیش کئے جا رہے ہیں، تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔

ایمان کی تصدیق و تکمیل عمل سے

محض زبانی طور پر یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لائے اور اس کے مطابق عمل نہ ہو، اپنے ایمان سے شغف اور اس کی محفوظت کا خیال نہ ہو، اس کے تقاضوں سے لا پرواہ، انہیں خاطر میں نہ لاتا ہو، وہ ایمان معتبر نہیں ہے، بلکہ اس طرح ایمان لانے کی ضرورت ہے جیسا کہ اس کا تقاضا ہے:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (محض خالی دعویٰ ایمان سے بات نہیں بتی بلکہ حقیقی معنوں میں) ایمان لا و اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر اور اس کتاب پر جو اس سے قبیلہ نازل کر چکا ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس سے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھکر کر بہت دور نکل گیا۔ (النساء: ۱۳۶)

حقیقت میں تو مون وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں پھر وہ کوئی شک نہ کریں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، وہی سچ (ایمان والے) لوگ ہیں۔ (الحجرات: ۱۵)

ایمان و عمل کے یہ تقاضے صرف ایمان کے دعوے داروں ہی سے نہیں ہیں بلکہ پوری بُنی نوع انسانی سے ہے، خواہ وہ کوئی بھی ہو:

بے شک ایمان لانے والے ہوں، یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا صابی ہوں، جو کوئی بھی اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور اس کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ (البقرۃ: ۲۲)

پس چہ باید کرد

مذکورہ شیطانی نظام عالم جس کے تاریخ پوکا ایک ہلکا ساخا کہ پیش کیا گیا کوتولٹ نے کے لئے اور خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل دعیا اور آنے والی نسلوں کو دنیاوی اور اخروی جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے اُس امت مسلمہ کو آگے آنے کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ پر ویسا ہی ایمان رکھتی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے، اسی طرح کے اسلام کو اپنے سینے سے لگاتی ہو اور حریج جاں بناتی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور ان تمام تقاضوں کو اسی طرح پورا کرنی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مطالبه کیا ہے۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص انفرادی حیثیت میں بھی اور اجتماعی طور پر بھی اپنا جائزہ لے کر آیا اس کا ایمان حقیقی ایمان ہے بھی یا محض کھوکھے دعوے ہی ہیں اور بس۔ اس کا اسلام قرآن سے مطابقت رکھتا بھی ہے یا نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ بس نام کا اسلام ہے اور ظاہر و باطن میں کچھ اور ہی ہے۔ کیا بھی حیثیت مسلم وہ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں مصروف ہے یا غیر اسلامی اعمال و کردار کا نمائندہ ہے۔ کیا اس کی دوڑ دھوپ رضائے الہی کے لئے ہے یا محض دنیائے دنی ہی کی خاطر ہو رہی ہے۔ کیا زندگی کے جملہ امور و معاملات میں قرآن کو اور صرف قرآن کو اپنا رہنمایا اور روشنی، ہدایت کا واحد دریجہ، علم و فہم کا واحد مرکز و مینارہ تسلیم کیا ہے کہ نہیں۔

آنحضرت ﷺ کے اسوہ کو اپنا معيار بنایا ہے کہ نہیں۔ اس طرح جو اپنے ایمان اور اسلام کو قرآن و سنت کے مطابق نہ پائے تو اسے چاہیے کہ اپنے ایسے ایمان و اسلام کو دیواروں پر دے مارے اور نئے سرے سے شرح صدر کے ساتھ اس حقیقی ایمان کا اقرار کرے، حقیقی اسلام کو قبول کرے اور جی جان سے ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے سر دھڑکی بازی لگادے، جس ایمان کا تقاضا قرآن و سنت میں پیش کیا گیا ہے، جس اسلام پر عمل آوری کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ رضائے الہی نصیب ہو سکے اور دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کی کلید ہاتھ آ سکے۔

شرک، فتن، الحادیاد ہریت میں بنتا ہوا و دوسروں کو بھی اپنی ان ہی راہوں پر چلانا چاہتا ہو یا اپنا ہم نو بنا نا چاہتا ہو یا دوسروں سے اپنی بندگی کرانا چاہتا ہوتا کہ لوگوں پر ان کا غلبہ قائم ہو سکے اور قائم ہو جانے کے بعد اسے باقی رکھا جاسکے، جس کی بنا پر وہ اپنی مفاد پرستی کی تسکین کر سکے۔ چنانچہ ضرورت پڑنے پر یا قادر ہونے کی صورت میں اپنے مفاد کی تکمیل کے لئے ظلم و جرور قتل و غارت گری کا حرر بھی استعمال کرنے میں انہیں کوئی تردود اور باک نہیں ہوتا ہے۔ شیطان انسانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت ہی سے برگشہ نہیں کرتا بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے انھیں ہر طرح کے طاغوت کی عبادت و اطاعت میں بنتا کرنے کی کوششیں بھی کر ڈالتا ہے۔ اس طرح ایمان کے لئے شرط لازم دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مذکورہ ہر قسم کے طاغوت سے کفر و بغاوت کرنا اور دوسری طرف صرف اور صرف ایک اللہ کو مانتا اور اس کی عبادت و اطاعت کرنا، یہی ایمان ہے:

ان کو ایک اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت و اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان شرکاء بالتوں سے جو یلوگ کرتے ہیں۔ (النحوۃ: ۳۶)

ہم نے ہر ایک امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سہوں کو خبردار کر دیا کہ صرف اللہ کی عبادت و اطاعت کرنا اور طاغوت (کی عبادت و اطاعت) سے بچو۔ (انخل: ۳۶)

لوگوں جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اس کی پیروی کرنا اور اپنے رب کو جھوٹ کر دوسرے سر پرستوں کا اتباع نہ کرو۔ (الاعراف: ۳)

طاغوت سے کس طرح کفر و بغاوت اختیار کرنا چاہیے اور صرف ایک اللہ پر ایمان لانا اور اسی کی عبادت و اطاعت خالص کر لینا چاہیے، اس کی ایک زریں مثال قرآن نے میں کیا ہے:

تم لوگوں کے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا تم سے اور تمہارے ان مجبودوں (طاغوتوں) سے جن کی تم اللہ کو جھوڑ کر اطاعت و فرماں برداری کرتے ہو، قطعی بے زار ہیں، ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت ہو گئی اور بیرپڑ گیا، جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ (امتحنہ: ۲)

ایمان با طاغوت اور ایمان باللہ کے مذاہج و اثرات بھی ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے اثرات و ثمرات سے بھی آگاہی فرمادی ہے:

اب جو کوئی طاغوت سے کفر کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہار احتمام

ایک طرف جہاں اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لانے اور ان کے احکام و ہدایات کی تعمیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں دوسری طرف طاغوت سے کفر کرنا اور ان سے اجتناب کرنا بھی لازمہ ایمان قرار دے دیا گیا ہے۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ پر ایمان اور طاغوت کی بندگی دونوں کا نیا ایک ساتھ ہو سکے۔ جہاں طاغوت کی اطاعت ہو گی وہاں سے لازماً ایمان نکل جائے گا، اسی طرح جہاں طاغوت کی بندگی ہو گی وہاں ایک اللہ کی عبادت ممکن ہی نہیں ہے: جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت و اطاعت سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کر لیا ان کے لئے خوشخبری ہے۔ تو بشارت دے دو میرے بندوں کو۔ (الزمر: ۱۷)

تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالاں کہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔۔۔ شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔ (النساء: ۶۰)

قرآن کی اہم ترین اصطلاحوں میں سے ایک اصطلاح "طاغوت" بھی ہے جس کی معنویت اور حقیقت پر دیز پر دہ پڑا ہوا ہے کیونکہ دیز پر دہ ڈال کر اس کی حقیقت و معنویت کو چھپانے کی مذموم کوشش کی گئی ہے۔ لہذا لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت اپنی پوری و سمعتوں کے ساتھ نہ تو واضح ہے اور نہ ہی انھیں اس کی صحیح حیثیت کا شعور حاصل ہے۔ حالانکہ قرآن نے ایمان باللہ کے لئے کفر با طاغوت کو لازم قرار دیا ہے۔ کفر با طاغوت کے بغیر ایمان باللہ ممکن ہی نہیں ہے۔ بلکہ کفر با طاغوت پہلے ہے، پھر کہیں جا کر ایمان باللہ ہے، جسے ہم بھی پہلا کلمہ کی حیثیت سے جانتے اور مانتے ہیں لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ ایسی اہم اصطلاح کی حقیقت پر پر دہ ڈالنے ہے جو ایک نہایت ہی خطرناک سازشوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے جو ایک سانحہ عظیم ہے۔

طاغوت دراصل ہر اس فرد، گروہ، جماعت، ادارہ، تنظیم، معاشرہ، قبیلہ، قوم، حکومت، ریاست، عدالت، طبقہ علماء و احباب، درویش، پیشو، داش و رہنماء، نظام حکومت، نظام سیاست، اور نظام معاشرت اور ان کے وضع کردہ اصول و طریق کو کہتے ہیں جو خود بھی اللہ کا باغی ہو، کفر،

ٹھہراتے ہو۔ میں نے یکسو ہو کر اپنارخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں۔ (اس پر) اس کی قوم اس سے جھگڑنے لگی تو اس نے قوم سے کہا: کیا تم لوگ اللہ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو، حالانکہ اس نے مجھے راہ راست دکھادی ہے اور میں تھمارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا، ہاں اگر میر ارب ہی کچھ چاہے تو وہ ضرور ہو سکتا ہے، میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ اور آخر میں تھمارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جب کہ تم اللہ کے ساتھ ان کو خدا تعالیٰ میں شریک بنتے ہوئے نہیں ڈرتے، جن کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے؟ ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوف اور اطمینان کا مستحق ہے؟ بتاؤ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو۔ حقیقت میں تو امن ان ہی کے لئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جہنوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلوہ نہیں کیا۔ (الانعام: ۸۷-۸۸)

یہاں یہ وضاحت کردیا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعے کے تعلق سے جو سورہ انعام آیات ۸۷-۸۸ میں مذکور ہے۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيلُ رَأَى كُوَكَبًا جَ قَالَ هَذَا رَبِّيْ جَ فَلَمَّا آفَلَ قَالَ لَا أَحِبُّ الْأَفْلَيْنِ ۝ فَلَمَّا رَأَ القُمَرَ بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّيْ جَ فَلَمَّا آفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّيْ لَا كُونَنَ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالَّيْنِ ۝ فَلَمَّا رَأَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّيْ هَذَا أَكْبَرُ ۝ فَلَمَّا آفَلَ قَالَ يَقُولُمْ إِنِّي بِرِّيْءٌ مَّمَّا تُشْرِكُونَ ۝ (توجب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک تارہ دیکھا۔ کہا: یہ میر ارب ہے مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا: ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں۔ پھر جب چاند چلتا ہوا نظر آیا تو کہا: یہ ہے میر ارب۔ مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا: اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا۔ پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا: یہ ہے میر ارب۔ یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی ڈوبتا تو ابراہیمؑ نے اعلان فرمادیا: اے برادر ان قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ یہاں مفسرین نے جو گل کھلانے ہیں، اس نے پورے نظام طاغوت کی کارست انیوں پر پر دہ ڈالنے میں بہت ہی نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔

یہاں تفصیلی بحث کا موقع نہیں ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور کی جاسکتی ہے کہ مفسرین نے ان آیات کی تفسیر میں یہ بات باور کرنے کی کوشش کی ہے کہ خود ابراہیم شرک کی بھول بھیلوں میں بھکر رہے تھے۔ توجب سوال پیدا ہوا کہ آخر وہ بنی ہوتے ہوئے بھی شرک کی بھول بھیلوں میں

لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ (جس کا سہارا لیا ہے) سب کچھ سننے اور جانے والا ہے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و ناصر اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں، ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں اور وہ انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف ٹھیک لے جاتے ہیں۔ یا اگر میں جانے والے لوگ ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرۃ: ۲۵۶-۲۵۷)

کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ کا لازمی تقاضا ہے کہ اس کا حامل تمام طاغتوں کی اطاعت اور پیروی سے کلی طور پر مجبتنب ہو جائے اور صرف اللہ واحد کے احکام وہدایات پر عمل آوری کے لئے اپنے آپ کو کلی طور پر وقف کر دے:

اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلاشمن ہے۔ جو صاف صاف تمہارے پاس ہدایات آچکی میں اگران کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغوش کھائی تو خوب جان رکھو ک اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔ (البقرۃ: ۲۰۸-۲۰۹)

چنانچہ ایک مومن کی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو صرف ایک اللہ کے احکام کی بجا آوری کے لئے وقف کر دیتا ہے، اسی کے لئے جیتا اور اسی کی خاطر مرتا ہے، زمین میں ساری دوڑ دھوپ کا مرکز و محور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا حصول ہوتا ہے۔ خود نیکی کرتا ہے اور بدیوں سے دور رہتا ہے اور تمام خلاائق کو بھی نیکی کا حکم دیتا اور بدی سے روکتا ہے، ظلم و جبر کا استیصال کرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں طاغتوں کی غلامیوں سے چھڑاتا اور اللہ کی رحمت کے سامنے میں پناہ دلاتا ہے، طاغتوں کی قائم کردہ حد بندیوں کو اکھاڑ پھینکتا ہے۔ اور حدود اللہ کو قائم، رانج اور نافذ کرتا ہے اور ساتھ ہی اس کی حفاظت کی تدبیریں بھی کرتا ہے:

اللہ کے حضور توبہ کرنے والے، اس کی عبادت و اطاعت کرنے والے، اس کی تعریف کے گن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے، اس کے حضور رکوع اور سجدے کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور بدی سے روکنے والے اور اللہ کے قائم کردہ حدود کی حفاظت کرنے والے (یہ ہوتے ہیں مومنوں کے اوصاف) ایسے مومنوں کو (اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور رضا خوشنودی کی) بشارت دے دو۔ (التوبۃ: ۱۱۲)

یہاں بھی حضرت ابراہیمؑ کی مثال ہمارے لئے کامل نمونہ ہے جہنوں نے اپنی قوم کے طاغتوں کے سامنے بحث کرتے ہوئے صاف صاف اعلان فرمادیا تھا: (حضرت ابراہیمؑ نے) کہا: اے برادر ان قوم! میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک ہیں

کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ کا لازمی تقاضا ہے کہ طاغوت کے وضع کرده اصول، قانون، طریقہ اور عمل کو بھی بلا کسی رورعایت کے قطعاً خیر باد کہنا ہوگا جو دراصل شیطانی تحریک، تد لیس اور تلبیس کا نتیجہ ہیں اور اللہ کی بخشی ہوئی رہنمائی اور شریعت مطہرہ کو ان کی جگہ لازماً اختیار کرنا ہوگا، اس طرح کہ اس کے کسی بھی جزو نہ تو ترک کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس میں ذرہ بر ابر بھی کسی طرح کا حذف و اضافہ ہی کیا جاسکتا ہے:

اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تھارا کھلا دشمن ہے، جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں، اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔ (البقرۃ: ۲۰۸-۲۰۹)

کسی مومن مردا و کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صرٹ گمراہی میں پڑ گیا۔ (الحزاۃ: ۳۶)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کرنے کا تو وہ تو اسے نقش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ (النور: ۲۱)

اللہ تعالیٰ پر ایمان و یقین رکھنے والوں کے نزد یک اللہ سے ہتر فیصلہ اور حکم فرمانے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ (المائدۃ: ۵۰)

حدود اللہ سے تجاوز کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے جملہ انسانی امور و معاملات کو منضبط کر دیا ہے اور ان کے لئے حدود کا تعین بھی فرمادیا ہے، جن سے تجاوز کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے خواہ ان کا تعلق سیاست، معیشت اور معاشرت سے ہو یا آداب و تہذیب سے:

یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے تم تجاوز نہ کرو۔ اور جو لوگ حدود الہی سے تجاوز کریں، وہی ظالم ہیں۔ (البقرۃ: ۲۲۹)

اور یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، اور جو کوئی اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا وہ اپنے اوپر خود مل کر گا۔ (الاطلاق: ۱)

کیوں کر بھٹک رہے تھے تو فوراً جواب کے لئے ایک تاویل گھڑی لگئی کہ یہ سب ان کی نبوت سے قبل کی بتیں ہیں۔ حالاں کہ نہ تو قرآن کے بیان سے اور نہ ہی سیاق اور سلسلہ گفتگو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی درمیان میں پیش کی جانے والی یہ گفتگو ان کی نبوت سے قبل کے واقعہ پر مبنی ہے، بلکہ اس کے برخلاف سلسلہ گفتگو یہ باور کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی قوم کے لوگوں کو شرک سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے ان کے ٹھہرائے ہوئے بے حیثیت شرکیوں کی حقیقت دلیلوں سے واضح کر رہے ہیں اور جب ان پر ان کے ٹھہرائے ہوئے ان شرکیوں کی حقیقت واشگاف انداز میں مکشف ہو جاتی ہے تو ابراہیم دعوت تو حید کو فوراً ثابت کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی ان کی قوم کے لوگ ان سے بحث و تکرار کئے جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ بھی ہی کی حیثیت سے وہ پیش فرمائے تھے اور ان کی قوم کے لوگ بھی ان کو بنی ہی کی حیثیت میں سمجھتے ہوئے ان سے بحث و تکرار کئے جا رہے تھے۔ اور آخری نظر و واضح اور میں ثبوت ہے اس بات کا وہ یہ بتائیں بھیتیت بنی ہی فرمادی ہے تھے کہ: **يَقُومُ إِنْتِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشَرِّكُونَ**۔ یہ دراصل سخت انداز میں تنبیہ و انذار کا ایک طریقہ ہے کہ اسے اپنے اوپر لے کر کہا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے اس واقعے کو توحید کی حقانیت اور شرک کے ابطال کے لئے بطور غمونہ پیش فرمایا ہے۔ ماقبل اور ما بعد آیات اور خود آیت ۷۸ کا آخری حصہ اس بات کی دلیل ہے، جن میں شرک کے بطلان کی بھیش پیش کی گئی ہیں اور اللہ کی وحدانیت کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے۔ **مَلَأَ قَبْلَكَ آیَتٍ۝۷۸ مِنْ فَرِيمَا گِلَى۔ وَإِذْقَالَ إِبْرَاهِيمَ لَا يُبِيهُ أَرْزَرَ تَسْتَخُذُ أَصْنَامًا إِلَهَةً، إِنَّى أَرَكَ وَقُومُكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ**۔ (اور ابراہیم کا یہ واقعہ یاد کرو جب کہ اس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا) ”کیا تو بتوں کو خدا ہنا تا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو حلی گمراہی میں پاتا ہوں۔“) اور پھر بعد کی آیتوں میں صاف صاف ذکر کیا جا رہا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کے سامنے ستارے، چاند اور سورج جیسے معبدوں ان باطل کی حیثیت واضح کر دی اور ان کی حقیقت کھول کر رکھ دی اور عملاً بھی ان کا باطل ہونا جب ثابت ہو گیا تو حضرت ابراہیم نے ان کے دلائل کی بنیاد پر بھی اپنی قوم سے ان کے برس باطل ہونے کا اعلان فرمادیا۔ لیکن پھر بھی ان کی قوم ان سے بھگڑتی رہی، حالاں کہ ان مثالوں سے ان لوگوں کا منہ بند ہو جانا چاہیے تھا۔ یہ دراصل طاغوت تھے جو ظلمت کی دعوت دے رہے تھے جس کی ان کے پاس نہ تو کوئی دلیل بھی اور نہ ہی کوئی سند، اس کے باوجود وہ لوگ حضرت ابراہیم سے بحث و تکرار کئے جا رہے تھے۔

نظام عالم اور امت مسلمہ

یہی تھا رے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اللہ تھا رے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہیں بہتی ہوں گی اور ابتدی قیم کی جنتوں میں بہترین گھر تمہیں عطا فرمائے گا۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ اور وہ دوسری چیز جو تم چاہتے ہو وہ بھی تمہیں دے گا، اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی ہونے والی فتح۔ اور اہل ایمان کو اس کی بشارت دے دو۔ (الصف: ۱۰-۱۳)

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لا میں اور صالح عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنانے کا

ہے، ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط نہیں دوں پر قائم فرمادے گا جسے اللہ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی حالت خوف کو من سے بدل دے گا، تو وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کوشش کرنے کریں اور جو اس کے بعد فکر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ (النور: ۵۵-۵۶)

صبر و استقامت

یہ ایمان عمل ساری زندگی کو محیط ہے۔ چنانچہ اس کے لئے صبر و استقامت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر انہٹائی مہربان ہے جو پوری طرح سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اور پھر اس پر تاحیات ثابت قدم رہے۔ حالات و معاملات خواہ کیسے بھی ہوں پائے ثابت کو بغزش نہ آئے۔ چنانچہ ایک مومن کی زندگی سر اپا صبر و ضبط اور استقلال و استقامت کی علامت ہوتی ہے:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کشم مسلم ہو۔ (آل عمران: ۱۰۲)

یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے۔ پھر اس پر استقامت اختیار کی، ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم گین و ملوں ہوں گے۔ ایسے لوگ جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشور ہیں گے اپنے ان اعمال کے بد لے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

(الاحقاف: ۱۳-۱۴)

فلاح دنیا و آخرت

اس صبر و استقامت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے، جن کے

اور یہ اللہ کی قائم کردہ حدیں ہیں، اور (ان کی پابندی سے) انکار کرنے والوں کے لئے در دن اک سزا ہے۔ (المجادلة: ۲)

دعوت الی الحیر، امر بالمعروف، نہی عن المنکر

مومنوں پر یہ اہم ذمہ داریاں ہیں کہ وہ نیکیوں کو فروع دیں اور ان کے پھلنے پھولنے کے موقع فراہم کریں اور برائیوں کے روکنے کے ساتھ ہی ان کے سدباب کے لئے حالات سازگار بنائیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فلاح و کامرانی کا وعدہ فرمایا ہے:

تم میں سے کچھ لوگ ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف (لوگوں کو) بلا کیں، بھلا کیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں، جو لوگ یہ کام کریں گے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

(آل عمران: ۱۰۳)

واضح رہے کہ اس آیت کا مطلب جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں یہ ہر گز نہیں ہے کہ اگر تمام لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کام کی ذمہ داری سنبھال لیں تو باقی سارے لوگ اس سے بری الذمہ ہو جائیں گے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے لوگ اس کام کو کرنے کے لئے آگئے بڑھتے ہوں تو نہ بڑھیں، یہ ان سمجھوں کا اپنا نقصان کرنا ہے، البتہ جس قدر بھی لوگ اس کام کو انجام دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گو کہ اقل قلیل ہی کیوں نہ ہوں، انہیں ہی اللہ کے بھروسے پر یہ کام سنبھال لینا چاہیے۔ اس بات کی دلیل خود اس آیت کے اخیر میں موجود ہے، جس میں صراحت کر دی گئی ہے کہ صرف وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں جو اس میں شریک عمل ہوں۔

جہاد

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کے لئے جان و مال سے جہاد میں مصروف ہونا لازمی ہے۔ نتیجے کے طور پر اللہ تعالیٰ بھی ایسے مومنوں کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے لئے اخروی انعامات کے ساتھ ساتھ دنیا وی کامیابی کی بھی بشارت دیتا ہے:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میں بتاؤ تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچا دے۔

ایمان لا ڈال اللہ اور اس کے رسول پر اور جہاد کر واللہ کی راہ میں اپنے ماں سے اور اپنی جانوں سے۔

نصرت خداوندی کی شرطیں

آپسی اختلافات سے بچنا

مominین صالحین کو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ضرور حاصل ہوتی ہے لیکن یہ تائید و نصرت خداوندی چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ ان میں سے ایک شرط ہے آپس کے اختلافات اور فرقہ بندیوں سے بچنا۔ ان سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ سبھی مل کر قرآن اور قرآن کے احکام و ہدایات کو مضبوط پکڑ لیں اور اسی کی رہنمائی میں آپس میں رونما ہونے والے معاملات اور ناساعد حالات کو نٹانے کی کوشش کریں۔ ورنہ قرآن اور اس کی روشن ہدایت کے حامل ہونے کے باوجود سخت عذاب کے لئے تیار ہیں:

تم سبیل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لواور تفرقے میں نہ پڑو۔ (آل عمران: ۱۰۳)

کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد بھی اختلافات میں بٹتا ہو گے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔ (آل عمران: ۱۰۵)

کافروں اور مشرکوں کو اپنا دوست نہ بنانا

ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کو بھی اور کسی بھی حال میں دوست نہ بنانا چاہیے اور نہ ان سے دوستانہ روابط رکھنا چاہیے جو مسلمانوں اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ اس لئے کہ وہ حق کے منکر ہیں اور حق کے خلاف ریشه دو ایسیوں میں شریک و مشغول ہوتے ہیں:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈال لئے ہو، حالاں کہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں۔ (امتنان: ۱)

نتیجے میں اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جگہ میں اپنی رحمت و فضیلت کا وعدہ فرماتا ہے۔ اس قادر مطلق منعم کے پاس کسی چیز کی کمی بھی نہیں ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ فراخ دست بھی ہے:

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تو خرچ ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔ اور ہم ضرور صبر سے کام لینے والوں کو ان کے اجران کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔ جو کوئی بھی صالح (نیک) عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم ضرور دنیا میں بھی پاکیزہ زندگی پر کرائیں گے اور (آخرت میں بھی) ایسے لوگوں کو ان کے اجران کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔ (انخل: ۹۷-۹۶)

بے شک جو ایمان لا سیں اور نیک عمل کریں تو یقیناً ہم نیکوکار لوگوں کا اجر صالح نہیں کیا کرتے۔ (الکھف: ۳۰)

ہاں یہ ضرور ہے کہ راہِ جہاد میں پریشانیاں بھی آتی ہیں اور تکلیفوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، تو جو بندہ مومن ان پریشانیوں اور تکلیفوں کو اللہ کی راہ میں برداشت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظر وہ محبوب بھی ہوتا ہے اور اللہ کی تائید و نصرت بھی اسے حاصل ہوتی ہے اور اس کی طرف سے اجر عظیم بھی:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جہادے گا۔ (محمد: ۷)

یقیناً ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ (المؤمن: ۵)

ظاہر ہے کہ جس شخص یا جماعت کا حامی و ناصر اللہ تعالیٰ ہوا س کی کامیابی اور سرخ روئی کا کیا کہنا۔ کون ہے جو اس کے مقابلے میں ٹھہر سکے۔ کون سی طاقت ہے جو اسے نقصان پہنچا سکے۔ چنانچہ ایک مومن کو اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور یقین رکھتے ہوئے بلا جھک اور بے خوف ہو کر اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہو جانا چاہیے:

اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کوئی ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو۔ تو جو چیز مومن ہیں ان کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ (آل عمران: ۱۶۰)



اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اس سے سرتاپی نہ کرو۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سناء، حالاں کو وہ نہیں سننے۔ یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانوروں ہبھرے گئے لوگ ہیں جو قتل سے کام نہیں لیتے۔

(الانفال: ۲۰-۲۲)

اطاعت سے منہ نہ موڑنا

کسی شخص یا گروہ کا اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کا اقرار کرنا اور اطاعت کا دم بھرنا اور پھر اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے منہ موڑنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ مونیں نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایک مونیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا جو کسی بھی معاملے میں اللہ کے حکم وہدایت سے روگردانی کرے اور رسولؐ کے اسوہ و طریقہ کو نظر انداز کر دے۔

یوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسولؐ پر اور ہم نے اطاعت قبول کی مگر پھر ان میں سے ایک گروہ (اطاعت سے) منہ موڑ جاتا ہے، ایسے یوگ ہرگز مونیں نہیں ہیں۔ (انور: ۷۲)

اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے روگردانی محض ارتدا اور کفر و بغاوت ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کفر ان نعمت بھی ہے۔ اس لئے کہ جانتے بوجھتے اپنے آپ کو غصب الہی کا حق دار بنانے اور عذاب الہی کو دعوت دینے سے بڑھ کر اور کیا نقصان کا سبب ہو سکتا ہے، جو کوئی اپنی عزیز زندگی کے لئے پسند کرے:

یاد رکھو! تمہارے رب نے خبردار کر دیا ہے کہ اگر تم شکر گزار ہو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں کا اور اگر کفر ان نعمت کرو گے تو میری سزا بہت ہی سخت ہے۔ (ابراهیم: ۷)

ارتداد کے اسباب و نتائج

دنیاۓ دنی اور اس سے متعلق چند جھوٹی توقعات اور امیدیں ہیں جو ایمان لانے والوں کو ارتداد کا شکار بنتی ہیں۔ ممکن ہے وہ ناپائیدار اور نامکمل حقیر فائدے دنیا میں سمیٹ لیں لیکن بالآخر بہت جلد موت آنی ہے اور موت کے ساتھ ہی ان تمام دنیاوی لذائذ کام و دہن کا سلسلہ ختم ہو جائے گا جن کے لئے آنے والی یعنیگی کی زندگی کو برداشتہ والا گیا:

یہ تو اس طبقے کا ذکر ہے جس کے سامنے اسلام پیش ہوا لیکن پھر بھی حق کے منکر ہی رہے اور ایمان کی روشنی سے منور نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ مستقل قومیں مثلاً یہود و نصاریٰ اور دیگر قوموں سے بھی دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے سختی سے ممانعت کر دی گئی ہے۔ اس کا بہت بڑا سبب بھی بتادیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی رفاقت قبول نہیں کرتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے کہ وہ تمام قومیں آپس میں ایک دوسرے کی رفیق ہوں۔ لہذا ان سے رفاقت کا تعلق رکھنا قطعاً درست نہیں ہے:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! یہ یہود و نصاریٰ کو اپنارفیق نہ بناو۔ یہ بھی آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنارفیق بناتا ہے تو ان کا شمار بھی پھر ان ہی میں سے ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ (المائدۃ: ۵)

اسی طرح ان منافقین سے بھی راہ و رسم رکھنے کی ممانعت فرمادی گئی ہے جو ظاہر ہے کہ مسلمانوں ہی کے درمیان مسلمان بن کر رہتے ہیں، چلتے پھرتے اور گھلے ملے ہوئے ہوتے ہیں، لیکن اندر سے کفر و نفاق کے علم بردار ہوتے ہیں۔ اس طرح کافرین مجاہرین کے مقابلے میں یہ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کے لئے جہنم کا سب سے نحلاطہ مقرب کیا ہوا ہے:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! مونوں کو چھوڑ کر (منافق) کافروں کو اپنارفیق نہ بناو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف صریح جدت دے دو؟ یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مدد و گارہ نہ پاؤ گے۔ (النساء: ۱۳۴-۱۳۵)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنارفیق نہ بناو۔ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جوان کو اپنارفیق بناویں گے وہی ظالم ہوں گے۔ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کار و بارہم کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ انہیں تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔

(الاتوبۃ: ۲۳-۲۲)

اللہ تعالیٰ نے ایمان عمل کی راہ میں درپیش خطرات سے آگاہ فرمادیا اور صاف صاف ہدایات بخش دیں۔ اس کے باوجود جو لوگ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے منہ موڑیں گے یا سرتاپی کریں گے وہ درصل بدترین غلائق میں شمار ہوں گے۔ اس لئے کہ علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنا بھلانہ چاہتا ہو تو لازماً اس کے لئے سزا میں بھی زیادہ سخت ہوئی ہی چاہئیں:

میں نظام حق کے قیام و استحکام کے لئے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر اور سودوزیاں سے بے پرواہ ہو کر اپنے آپ کو کلی طور پر وقف کر دے اور بھروسے کیسے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کیسے آتی ہے: اور اس شخص سے زیادہ اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلا یا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔ (حمد بجدة: ۳۳)



بلاشہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر گئے ان کے لئے شیطان نے اس روشن کو سہل بنادیا اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے لئے دراز کر رکھا ہے۔ اسی لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا کہ بعض معاملات میں ہم تمہاری مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خفیہ باتیں خوب جانتا ہے۔ پھر اس وقت کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی رحمیں قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انہیں لے جائیں گے۔ یہ اسی لئے تو ہو گا کہ انہوں نے اس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہے اور اس کی رضا کار استہ پسند نہ کیا۔ اسی بنا پر اس نے ان کے سب اعمال ضائع کر دیے۔ (محمد: ۲۷-۲۵)

اس طرح ان کی نمازیں، روزے، زکوٰۃ، حج اور دوسرا نیک کام ضائع ہو گئے اس لئے کہ انہوں نے مسلمان ہو کر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے نظام حق کے ساتھ اخلاص ووفاداری کا رو یہ اختیار نہیں کیا، بلکہ اپنے دنیوی مفادات کے لئے دین اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کرتے رہے اور اعلاء کلمة اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے موقع پر اپنی جان و مال اور محنت و صلاحیت کو اللہ کے لئے وقف کرنے کے بجائے اپنی جان و مال، عہدہ و عزت، عیش و آرام اور دنیاوی مفادات کو خطرات سے بچانے اور انہیں تحفظات فراہم کرنے کی کوششوں میں لگے گئے۔

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو کوئی راہ ارتدا اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان کرتا ہے، بلکہ راہ ارتدا اور راہ فرار اختیار کرنا دراصل اس کی اپنی ناکامی اور نامرادی ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر لیتا ہے:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جاتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا فرمادے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہو گا، جو ممنونوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نذریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ و سعی ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ (المائدۃ: ۵۲)

اب یہ ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کا اپنا کام ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے تقاضے کو پورا کرتے ہیں اور فلاح و کامرانی کے زینے چڑھتے ہیں یا اس سے اخراج کا راستہ اور رو یہ اختیار کر کے دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ بر باد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ امت مسلمہ کی خون سے شراب اور لمبی تاریخ لوگوں کے سامنے ہے جو کسی کو بھی سبق سکھانے کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ عقل وہوش کا تقاضا تو یہی ہے کہ ہر شخص اس دنیا اور اس دنیا کی ناپائیدار امیدوں کے مقابلے

تصوف اور اس کے اجزاء ترکیبی کی اصلی اور حقیقی صورت حال،
مسلمانوں کے درمیان اس کے نفوذ اور اس کی ارتقائی منزاوں کی نشاندہی
اور اس کے اثرات اور اسلام سے اس کے معاندانہ اور مخالفانہ روایے
اور اس کے نقصانات کا بے لگ تجزیہ پیش کرتی ہے:

حقیقی مقصد حیات اور اس کے تقاضوں سے
روشناس کرنے والی، حق و باطل کو دوڑوگ انداز میں
 واضح کرنے والی، صالح فکر عمل
کی داعی اور اسلام کا جامع تعارف پیش کرنے والی

تفسیر قرآن

قرآن کریم

جلد اول

لار

محمدفضل احمد

لار

محمدفضل احمد

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنخ، نئی دہلی - 110002

فون: 23267510 فیکس: 23284740/23282550

ملنے کا پتہ

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنخ، نئی دہلی - 110002

فون: 23267510 فیکس: 23284740/23282550

ایک ایسی کتاب جس میں کلمہ شہادت اور اس کے ذیل میں اسلام اور
کفر کی نشان وہی، شناخت، وضاحت اور اس کلمے کے قبول کر لینے کی
صورت میں اس کے تقاضے اور ذمہ داریوں سے بھی اجمالاً آگاہی
کر دی گئی ہے، جس کا مطالعہ انہائی مفید اور معلومات افزائی ہے۔

کلمہ شہادت

لز

محمد افضل احمد

ملنے کا پتہ

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی - 110002

فون: 23284740/23282550 فیکس: 23267510